سلسلۂ مطبوعات مجلس
۱۸۲

مجموعۂ اصلاحیات مولانا ابوالحسن علی ندوی : ۸

تحفۂ مشرق

یعنی

سفر بنگلہ دیش (۹ تا ۱۹ مارچ ۱۹۸۴ء) کی پانچ فکر انگیز و ایمان افروز تقریریں، جن میں بصیرتِ ایمانی، مطالعۂ قرآنی اور حقیقت پسندی سے کام لیا گیا ہے، جو مسلمان دانشوروں، ذمہ داروں اور مسلم معاشرہ کے لئے یکساں طور پر دعوتِ فکر و عمل ہیں۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ

بار اول

۱۴۰۵ھ — ۱۹۸۴ء

کتابت ــــــــ ظہیر احمد کاکوروی

طباعت ــــــــ لکھنؤ پبلشنگ ہاؤس

صفحات ــــــــ ۶۸

قیمت ــــــــ

باہتمام

محمد غیاث الدین ندوی

طابع و ناشر

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ لکھنؤ

(ندوۃ العلماء)

فہرست عناوین

"تحفۂ مشرق"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف و پیش لفظ

از

(مولانا ابو العرفان ندوی عمید کلیۃ الشریعہ دار العلوم ندوۃ العلماء)

الحمد للہ وکفی، وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفی، اما بعد!

زیر نظر کتاب مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی ان تقریروں کا مجموعہ ہے، جو بنگلہ دیش کے سفر کے دوران وہاں کے مختلف شہروں، مسلم تنظیموں اور مدارسِ عربیہ میں کی گئی ہیں۔

سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ جب بغداد سے شیراز آرہے تھے تو ان کو اپنے احباب اہلِ تعلق کے لئے کوئی تحفہ لے جانے کی فکر ہوئی، انھوں نے اپنی مشہور کتاب "بوستاں" تصنیف کی اور اہلِ شیراز کو بطور تحفہ پیش کیا، جیسا کہ انھوں نے خود اپنے درج ذیل دو شعروں میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

بدل گفتم از مصر قند آورند — بر دوستاں ارمغانے برند

مرا گر تہی بود ازاں قند دست — سخنہائے شیریں تراز خند ست

نہ قندے کہ مردم بصورت خورند — کہ ارباب معنی بکاغذ برند

اصحاب علم اور حاملین دعوت وفکر کا یہ ہمیشہ سے وتیرہ اور معمول رہا ہے کہ اپنے اہل تعلق اور احباب کے لئے معنوی تحائف پیش فرماتے ہیں، چنانچہ یہ مجموعہ بھی

اہلِ بنگلہ دیش کے لئے معانی اور حقائق کا ایک تحفہ ہے جو مولانا دامت برکاتہم کی طرف سے پیش کیا جارہا ہے، اس لئے اس مجموعہ کا نام "تحفۂ مشرق" صوری اور معنوی دونوں حیثیت سے برمحل اور بجا ہے۔

ایک عرصہ سے (جبکہ بنگلہ دیش مشرقی پاکستان تھا) وہاں کے دینی اور علمی حلقوں کی طرف سے مولانا سے برابر وہاں آنے کی گزارش ہوتی رہی، لیکن مولانا کے مشاغل کی کثرت و تنوّع اور اس سے بڑھ کر "کل أمر مرهون بأوقاته" کے قانون و تجربہ کے مطابق برابر یہ سفر ملتوی اور مؤخّر ہوتا رہا۔

مولانا سلطان ذوق صاحب جن کا مولانا سے عقیدت و نیازمندی کا تعلق ہے، اور جو بنگلہ دیش کے مشہور ضلع چاٹگام کے ایک بڑے دینی تعلیمی مرکز جامعہ اسلامیہ پٹیہ کے ممتاز اساتذہ میں ہیں، دو تین سال پہلے لکھنؤ آئے، اور یہاں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بغرض استفادہ قیام کیا، ان کا برابر مولانا کی خدمت میں تقاضا اور اصرار رہا کہ مولانا بنگلہ دیش کا سفر فرمائیں، اور علمی، دعوتی اور اصلاحی مقاصد کو سامنے رکھ کر وہاں کے اہلِ علم اور اہلِ دین طبقہ کو اپنے افادات سے مستفیض فرمائیں، ان کے پیہم اصرار کی وجہ سے اور بنگلہ دیش کے بعض اہم مدارس اور تنظیموں کی درخواست وگزارش پر مولانا نے ۹ ؍مارچ ۸۴ء سے ۱۹ ؍مارچ ۸۴ء تک وہاں کے سفر اور قیام کا پروگرام بنایا، اس سفر میں مولانا نے ازراہ عنایت و کرم جناب مولوی عبدالکریم پاریکھ صاحب ناگپوری رکن انتظامی ندوۃ العلماء، مولوی سید سلمان حسینی ندوی استاد حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء، راقم الحروف اور عبدالرزاق صاحب کو ہم رکابی کی سعادت بخشی، چنانچہ یہ قافلہ ۹ ؍مارچ ۱۹۸۴ء کو جمعہ کے دن

بعد نماز فجر دارالعلوم ندوۃ العلماء سے روانہ ہوا، اور بذریعہ ہوائی جہاز لکھنؤ سے کلکتہ ہوتے ہوئے ٹھیک مغرب کے وقت ڈھاکہ پہونچا اور جناب بشیرالدین صاحب (مالک جمیل الدین لمیٹڈ ۳۶ نیو اسکاٹن ڈھاکہ) کے یہاں قیام کیا، الحاج بشیرالدین صاحب ایک دیندار صاحبِ خیر تاجر اور علماء اور اہلِ دین کی پذیرائی اور میزبانی میں ڈھاکہ شہر کی ایک مشہور شخصیت ہیں، معروف و ممتاز دینی و علمی شخصیتوں کا قیام اور ان کی میزبانی کا شرف اکثر و بیشتر انھیں کو حاصل ہوتا ہے۔

یہ سفر بظاہر بنگلہ دیش کے لوگوں کی درخواست اور اصرار پر ہوا تھا، لیکن جس چیز نے مولانا کو اس سفر پر آمادہ کیا اس کے کچھ دوسرے اسباب بھی ہیں۔

۱۔ ناظرین کو یہ بات معلوم ہوگی کہ آج سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے مجددِ وقت حضرت سید احمد شہیدؒ رائے بریلوی نے اپنے خلیفۂ خاص و مرید با اختصاص مولانا کرامت علی صاحب جون پوریؒ کو بہت اہتمام اور فکر کے ساتھ اُس وقت کے بنگال اور اِس وقت کے بنگلہ دیش میں دینی دعوت و تبلیغ کے لئے بھیجا تھا، مولانا کرامت علیؒ آخر عمر تک اس علاقہ میں اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل میں دینی خدمت و رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے[1]، آج اس علاقہ کی مسلم اکثریت اور اس کی دینی اصلاح مرہونِ منت ہے حضرت سید احمد شہیدؒ کی دعاؤں اور اخلاص کی اور اس فکر و کوشش کی کہ انھوں نے ایک صحیح شخص کا انتخاب کرکے وہاں بھیجا،

---

[1] مولانا کرامت علی صاحب نے بنگال میں اکاون ۵۱ برس تک تبلیغ دین و اصلاح و تربیت کا فریضہ انجام دیا، نواب بہادر یار جنگ نے اپنی ایک تقریر میں ایک مرتبہ فرمایا کہ میری معلومات یہ ہیں کہ مولانا کرامت علی کے ذریعہ جن لوگوں کو ہدایت ہوئی ان کی تعداد دو کروڑ کو پہونچتی ہے (تحقیق و انصاف کی عدالت میں ایک مظلوم مصلح کا مقدمہ ص ۶۳)

مولانا دامت برکاتہم کا خاندانی تعلق حضرت سید احمد شہیدؒ سے ہے اس کا تقاضا تھا کہ وہ اپنے اسلاف کی کوششوں کے نتائج اور ثمرات کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور خود بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس علاقہ کے مسلمانوں کی دینی و علمی رہنمائی فرمائیں۔

۲۔ مولانا کا مزاج و طبیعت علمی و دینی ہونے کے ساتھ دعوتی و اصلاحی ہے، عالم اسلام کے مسلمان اور اسلامی ممالک کی دینی اور علمی ترقی ان کی توجہات اور دعاؤں کا مرکز ہے، عالم اسلام کی خوش آئند و امید افزا باتوں سے خوش ہونا اور کسی تشویش انگیز بات سے غمگین و متاثر ہونا، مولانا کا مزاج اور طبیعت بن گئی ہے، اور مولانا کے ان احساسات کو قریب سے دیکھنے والا فوراً جان لیتا ہے، امت مسلمہ کی دینی اور علمی رہنمائی یہی مولانا کا مقصد زندگی کہا جا سکتا ہے، انڈونیشیا سے لے کر جبر الٹر تک مسلمانوں کے بہت سے آزاد ممالک اور حکومتیں ہیں، بہت سے وہ ممالک بھی ہیں، جن میں مسلمان نہ عددی حیثیت سے اکثریت میں ہیں، اور نہ ان کے ہاتھ میں حکومت و اختیار ہے، ان سارے ممالک میں بسنے والے مسلمانوں کے حالات کی خبر اور ان کا تفقدِ حال، ان کی صحیح اور مطلوب ترقی سے خوش ہونا اور ان کی غلط راہ روی سے متاثر ہونا یہ مولانا کا مزاج ہے، اس لئے جہاں کہیں بھی اور جب کبھی بھی ایسا موقعہ ملتا ہے، مولانا اپنا دعوتی و اصلاحی فرض انجام دینے سے دریغ نہیں کرتے، ان کو وقت کے حقائق و مسائل اور درپیش خطرات سے آگاہ کرنا اور دین اور عقل سلیم کی روشنی میں صحیح و متوازن راستہ اختیار کرنے کا مشورہ دینا مولانا کا خاص موضوع و مزاج ہے،

آپ کو مولانا کی ہر تصنیف میں خواہ وہ کسی موضوع پر ہو حقیقت پسندی، تاریخ اور زندگی کے گہرے مطالعہ کے تابناک نقوش نظر آئیں گے، اور آپ فراستِ ایمانی کی جھلکیاں بھی دیکھیں گے، روزمرہ کے چھوٹے چھوٹے واقعات سے اقوام وملل کے حال ومستقبل پر اثر ڈالنے والے بڑے نتائج کے استنباط اور استخراج کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو امتیازی قوت وصلاحیت نصیب فرمائی ہے، ساتھ ہی اس بات کا اپنی ہر تصنیف میں آپ نے اہتمام رکھا ہے، کہ جو بات کہی اور لکھی جائے وہ علم وتحقیق کے اعتبار سے باوزن اور باوقار ہونے کے ساتھ اپنے اندر مخاطبین کے لئے زندگی کا پیغام اور موجودہ مسائل کے حل کا سامان رکھتی ہو، یہی وجہ ہے کہ ہزاروں صفحات لکھنے کے باوجود ان کا اشہب قلم ہمیشہ مکہ کی راہ چلتا رہا، ترکستان کی راہ کی طرف کبھی نہیں چلا، طرزادا کی بے تکلفی اور بے ساختگی، زبان وبیان کی حلاوت وشیرینی اور عام فہم وسادہ انداز اس پر مستزاد ہے، یہ تحفہ بھی انھیں خصوصیات کا مجموعہ ہے، مولانا اپنے اسفار میں جہاں جہاں تشریف لے گئے وہاں کے باشندوں کے لئے زندگی کے حقائق اور صائب وحکیمانہ مشورہ کا تحفہ پیش فرمایا ہے، اور بعضوں کا نام بھی تحفہ کے لفظ سے ہے، مثلاً "تحفۂ دکن" "تحفۂ کشمیر" "تحفۂ مالوہ" (تحفۂ انسانیت) یہ "تحفۂ مشرق" بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ؎

این سلسلہ از طلائے ناب است

این خانہ تمام آفتاب است

اس مجموعہ میں مولانا دامت برکاتہم کی پانچ اہم تقریریں درج ہیں،

ویسے تو سفرِ بنگلہ دیش میں اس سے زائد تقریریں ہوئیں، لیکن نقل و نسخ کی دشواریوں کی وجہ سے ساری تقریریں نہ آسکیں، بہت سی تقریریں اپنے اختصار کی وجہ سے جگہ نہ پاسکیں، ان تقریروں میں جیسا کہ پہلے عرض کرچکا ہوں علمی، دینی اور دعوتی رنگ غالب ہے، ان میں سب سے زیادہ زور اس ملک کی اسلامیت کے باقی رہنے، اس کی اسلام سے دائمی وابستگی اور تشخّص اسلامی کے تحفّظ پر دیا گیا، اسی سلسلہ میں باشندگان ملک کی دین سے محبت، اس سے اعتقادی وجذباتی لگاؤ اور ان کی ان نسلی، ایمانی و عملی خصوصیات کا ذکر کیا گیا جو ان میں زمانۂ قدیم سے چلی آرہی ہیں، اور ان سے اس زمانہ میں بھی وہ کام لیا جاسکتا ہے، جو کسی سیاسی، تنظیمی طاقت اور دنیاوی مفاد کے ذریعہ نہیں لیا جاسکتا۔

اسی کے ساتھ بنگلہ دیش کے مخصوص حالات اور پس منظر کی وجہ سے بنگالی زبان کی نشر و اشاعت اور اس کو صحتمند خیالات اور اسلامی فکر و ادب سے مالامال کرنے کی کوشش میں مسلمان دانشوروں اور علماء کو حصہ لینے اور اس کی اہمیت و ضرورت سمجھنے کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے، دراصل زبان کا مسئلہ بنگلہ دیش میں اس وقت سے اہمیت اختیار کر گیا ہے جبکہ بنگلہ دیش مشرقی پاکستان تھا، قیام پاکستان کے بعد مسٹر جناح بانیِ پاکستان نے ڈھاکہ کے ایک جلسہ میں یہ اعلان کیا کہ پاکستان کی سرکاری زبان اردو ہوگی، ان کی قدآور شخصیت اور ان کے سیاسی اثر و نفوذ کی وجہ سے ان کے اس اعلان پر کوئی سیاسی ردِّ عمل کا اظہار اور احتجاج نہیں ہوا، لیکن مشرقی پاکستان کے باشندوں کے حلق سے نیچے ان کی یہ بات نہیں اتری، ایک تو اس لئے کہ یہ زبان کا

مسئلہ تھا جس میں ہر قوم کی طرح مشرقی پاکستان کے باشندہ بھی ذکی الحس واقع ہوئے تھے، دوسری طرف یہ وجہ بھی تھی کہ پاکستان کے دونوں بازوؤں میں مشرقی پاکستان عددی حیثیت سے غالب تھا جغرافیائی طور پر وہ ایک وحدت تھا جبکہ مغربی پاکستان چند صوبوں کے مجموعہ کا نام تھا جس میں ہر صوبہ الگ الگ اپنے امتیازات رکھتا تھا، اور ہر صوبہ کی علاقائی زبان الگ تھی، زبان کے معاملہ میں اس بے اطمینانی اور بعض دوسرے محرکات وعوامل نے مشرقی پاکستان کو ایک جداگانہ مملکت بنگلہ دیش کے نام سے بنا دیا، بنگلہ دیش میں جب زبان کا مسئلہ اہمیت اختیار کئے ہوئے تھا، اور وہاں کے دانشور اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ اردو زبان کی مخالفت اور بنگالی زبان کی حمایت کر رہا تھا، تو اس وقت بنگلہ دیش کا دینی حلقہ اور مدارس عربیہ کے اساتذہ وطلبہ اردو زبان کی حمایت کر رہے تھے، یہ دونوں طبقے اپنی اپنی رائے میں دو انتہاؤں (EXTREMES) پر تھے، جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور یونیورسٹیوں سے متعلق گروہ بنگلہ زبان کا حامی اور اردو کا مخالف اور مدارس عربیہ سے متعلق اور دینی حلقہ کے لوگ اردو زبان کے حامی ہو گئے تھے، بقول اکبر الہ آبادی ؎

اِدھر یہ ضد ہے کہ لیمن بھی چھو نہیں سکتے

اُدھر یہ رٹ ہے کہ ساقی صراحئ مے لا

ضرورت ان دونوں رایوں میں اعتدال وتوازن کی تھی لیکن اس وقت کی فضا میں دو متخاصم اور متحارب گروہ اس طرح پر ہو گئے تھے کہ معتدل اور متوازن گروہ کا وجود ہی نہیں تھا، اور تھا بھی تو بے اثر اور بہت ہی قلیل،

بنگلہ دیش کے وجود میں آنے کے بعد مدارس عربیہ اور علماء کو بڑی آزمائش سے گذرنا پڑا اور اس سلسلہ میں ملک سے ان کی وفاداری پر بھی شک کیا گیا بہت سے دینی مدارس عرصہ تک بند رہے اور بہت سے علماء واساتذہ قید و بند میں مبتلا ہوئے، دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بنگالی زبان اور اس کے آداب عالیہ میں مسلمانوں کا حصہ بہت کم ہے، اس کی وجہ سے اس زبان پر ان لوگوں کے عقائد و خیالات کی چھاپ زیادہ ہے جن کے عقائد و خیالات غیر اسلامی ہیں، اس کی تعبیرات اس کے محاورات، اس کی تشبیہات، اس کے اشارات و کنایات اور اس کے امثال و حکم کا (جو کسی زبان کی جان اور اس کے ادب عالی کی روح ہوتے ہیں) میل ان عقائد و خیالات سے نہیں ہے، جن کو ملک کی اکثریت مانتی ہے، اور ان پر قائم ہے، یہ صورتِ حال انتہائی فکر اور توجہ کی طالب ہے اور اسی لئے مولانا دامت برکاتہم نے اپنی تقریروں میں وہاں کے مسلمانوں کو یہ ناصحانہ اور مخلصانہ مشورہ بہ کرّات و مرّات دیا ہے، کہ وہ بنگالی زبان کی ترقی میں حصہ دار ہوں اور اس کے اعلیٰ ادب میں نہ صرف شریک و سہیم ہوں بلکہ اس میں قائدانہ کردار ادا کریں، اس طرح زبان کے معاملہ میں وہ رویہ اختیار کریں جو اسلامی تاریخ میں مسلمانوں نے اپنے اپنے ملکوں میں اختیار کیا، بعثت نبوی سے پہلے عربی زبان پر چھاپ اسلام کی نہیں تھی، لیکن اس کے بعد عربی زبان نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کی زبان کہلائی جاتی ہے، بلکہ اسلامی زبان ہوگئی، اور آج عربی زبان کے تصور کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کا تصور لازمی طور پر آتا ہے، یہی معاملہ فارسی زبان کا ہوا کہ عام طور پر فارسی زبان کو مسلمانوں کی زبان سمجھا جانے لگا ہے،

کیونکہ مسلمان دانشور، علماء اور محققین نے اس زبان کی ترویج واشاعت میں حصہ لیا، اور اس کے ادب وشاعری کو آسمان پر پہونچا دیا، عربی زبان پر قرآن اور اسلام کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس کو قیامت تک کے لئے محفوظ کردیا اور اسی طرح فارسی زبان کو بھی مسلمانوں نے اسلامی اور دینی لٹریچر سے مالامال کرکے اس کو عرصۂ دراز تک زندہ رہنے کی قوت بخش دی۔

یہی معاملہ بنگلہ دیش کے باشندوں کو بنگالی زبان کے ساتھ کرنا چاہیئے، اور اس کو ایک طاقتور، پائیدار اور عالمی زبان بنانے میں اپنا رول ادا کرنا چاہیئے، اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک بنگلہ دیش میں رہنے والوں کی اکثریت کے عقائد و خیالات اور ان کے ثقافتی اور سماجی مسائل کی چھاپ اس زبان کے استعارات و تشبیہات وکنایات میں نہ ہوں، یہی وجہ ہے کہ مولانا مدظلہ نے بڑی دل سوزی کے ساتھ وہاں کے علماء اور مسلمانوں کو اس بات کی طرف متوجہ فرمایا ہے کہ وہ بنگالی زبان کو اس طرح اپنائیں اور زبان وادب میں اس طرح ترقی کریں کہ اس کے لئے سند و مرجع بن جائیں، خود ہندوستان میں مسلمانوں میں عام طور پر اردو زبان کا رواج ہے، لیکن کوئی یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ یہاں کا دینی طبقہ اس زبان کے استعمال میں کمزور ہے، اس کی طرف سے ایسے تحریری وتقریری نمونے سامنے آتے ہیں جو کسی زبان کی روح اور جان ہوتے ہیں، اردو زبان میں ہندوستان کے علماء اور دینی طبقہ نے جس قدر تصنیفی اور تقریری ذخیرہ چھوڑا ہے اور جتنے معیاری انداز سے اس زبان کی خدمت کی، اس سے یہ کہا جائے گا کہ اس زبان کی ترقی وترویج میں علماء اور اہلِ دین کا بنیادی حصہ ہے۔

بنگلہ دیش کے اسی دورہ میں مولانا ڈھاکہ، چاٹگام، کوکس بازار، مومن شاہی (میمن سنگھ)

اور سلہٹ کے مرکزی مقامات پر گئے، اور بڑے بڑے جلسوں کو خطاب کیا، مدارس کا معاینہ فرمایا، اور وہاں کے اساتذہ طلباء اور فضلاء سے تبادلۂ خیال کیا، چاٹگام اور کوکس بازار کے دورہ میں ٹیکناف تک گئے، جو برما کی سرحد پر واقع ہے، وہاں مولانا کی آمد کو سن کر برما کے بھی بہت سے اہلِ ذوق اور اہلِ علم تشریف لائے، مولانا نے مدرسہ دارالسنۃ کے اساتذہ و طلباء کو خطاب فرمایا، اہم اور مرکزی مقامات میں سے وقت کی قلت کی وجہ سے کھلنا رہ گیا جس کا پروگرام پہلے سے بنا ہوا تھا۔

ڈھاکہ کے قیام میں سنار گاؤں بھی گئے، جو قدیم مسلم سلطنت کی آخری مشرقی حد تھی، شیر شاہ سوری کی بنائی ہوئی سڑک کے سلسلہ میں بار بار آتا ہے کہ وہ نیلاب (سندھ) سے لے کر سنار گاؤں تک جاتی ہے جو مسلمانوں کے عہد میں مشرقی بنگال کا دارالحکومت تھا، یہیں مخدوم الملک حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری (۶۶۱-۷۸۶ھ) نے اپنے وقت کے جلیل القدر عالم و مدرس مولانا شرف الدین ابو توامہ کی خدمت میں رہ کر جنھوں نے سنار گاؤں میں طرحِ اقامت ڈالی تھی، علوم کی تکمیل کی، اب یہ مقام پینام (PAINAM) کے نام سے ضلع ڈھاکہ میں شامل ہے، دریائے میگھنا اس سے دو کوس کے فاصلہ پر بہتا ہے۔

سفر بنگلہ دیش میں جو اہلِ تعلق معین و مددگار رہے اور راحت و آسائش کا خیال رکھا اور ہر طرح اپنے کو وقف کر دیا، ان میں سے جناب مولانا سلطان ذوق صاحب استاد جامعہ اسلامیہ پٹیہ (چاٹگام) جناب ابوالفاید محمد یحییٰ ڈائرکٹر اسلامک فاؤنڈیشن، حاجی بشیر الدین صاحب اور ان کے صاحبزادگان واعزّہ، مولانا عبید الحق صاحب صدر مدرس مدرسہ عالیہ ڈھاکہ، ان کے صاحبزادہ عزیزی مولوی سعود الحق ندوی جنھوں نے ان تقریروں کو لکھا اور مرتب کیا، جناب مولوی محی الدین صاحب ایڈیٹر "مدینہ" ڈھاکہ خصوصیت سے قابلِ ذکر اور شکریہ کے مستحق ہیں۔

۹ ذی قعدہ ۱۴۰۴ھ
۶ اگست ۱۹۸۴ء

ابوالعرفان ندوی
دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

نعمت اسلام کی قدر اور اس پر شکر

[۱۰ر مارچ ۱۹۸۴ء بعد عصر جامعہ اسلامیہ پٹیہ (چاٹگام) میں ایک عظیم الشان مجمع سے خطاب جو جامعہ کے سالانہ اجلاس کے موقع پر جمع ہوا تھا، اس خطاب سے سفر بنگلہ دیش کا آغاز ہوا۔]

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

اما بعد!

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝ (سورۂ ابراہیم۔ ۷)

میرے بھائیو، اور بنگلہ دیش کے عزیزو اور دوستو! میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے اپنی اس کوتاہی اور اس تقصیر کی معافی چاہتا ہوں کہ ہمارے پورے برصغیر کے (جو تین حصوں پر منقسم ہوگیا ہے ایک ہندوستان ایک پاکستان ایک بنگلہ دیش) مسلمانوں کا سب سے بڑا خاندان اس سرزمین پر آباد تھا، اور میں آپ کے پاس بہت تاخیر سے حاضر ہوا، اس کو میں اپنی ایک بڑی کوتاہی سمجھتا ہوں اور اللہ کے اس مبارک گھر اور اس علمی مرکز کی مسجد میں بیٹھ کر اللہ سے استغفار کرتا ہوں،

اللہ تعالیٰ میرے اس گناہ کو معاف فرمائیں کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنی نسبت کرنے والی امت کا اتنا بڑا خاندان جو دنیا میں دوسرے نمبر کی مسلمان آبادی سمجھی جاتی ہے (انڈونیشیا کا پہلا درجہ ہے اور دوسرا درجہ بنگلہ دیش کا ہے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اتنے نام لینے والے، اللہ اور رسول کے اتنے ماننے والے، اللہ کے سامنے سجدہ کرنے والے، اور اسلام کا کلمہ پڑھنے والے موجود ہوں، اور عرصہ سے موجود ہوں وہاں میں اتنی تاخیر سے آؤں۔

حضرات! میں نے آپ کے سامنے ایک آیت پڑھی اللہ فرماتا ہے "وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکُمْ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ" (اور جب تمہارے رب نے تم کو آگاہ کیا کہ اگر تم شکر کروگے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کروگے تو یاد رکھو کہ میرا عذاب بھی سخت ہے) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جب دوسری قوموں کی کوئی بات دیکھتا ہے جس میں بڑی رونق ہوتی ہے، دھوم دھام ہوتی ہے، جی لگنے کا اور دلچسپی کا سامان ہوتا ہے، تو شیطان ایسے موقعہ پر حملہ کرتا ہے اور مسلمانوں کے اندر لالچ پیدا کر دیتا ہے کہ ہمارے پاس بھی ایسی کوئی چیز ہوتی، دنیا کی کتنی قومیں ہیں جو عقیدۂ توحید اور اسلام کی نعمت سے محروم ہیں، وہ میلے ٹھیلے کرتی ہیں، کوئی درخت کو پوجتا ہے کوئی بتوں کے اوپر چڑھاوا چڑھاتا ہے، کھانے پکتے ہیں، جشن ہوتے ہیں، اور دلچسپی اور دل لگی کا سامان ہوتا ہے، بعض قومیں اس موقعہ پر پھسل گئیں اور شیطان کے حملہ کا شکار ہو گئیں، اور انھوں نے یہ کہنا شروع کیا (بعض نے اپنی زبانِ حال سے اور بعض نے اپنی زبانِ قال سے) کہ کاش ہمارے پاس بھی کوئی ایسی چیز ہوتی!

دنیا کی بیسیوں قوموں نے خدا کے سوا بُت بنائے، کسی نے قومیت کو بُت بنالیا، کسی نے ملک کو بُت بنالیا ہے، کسی نے زبان کو بُت بنالیا ہے، کسی نے اپنے آبا و اجداد کی کہانیوں کو اور تاریخ کو بُت بنالیا ہے، اور کسی نے رنگ و نسل کو بُت بنالیا ہے، لیکن اللہ نے مسلمانوں کو ان تمام بُتوں سے محفوظ رکھا، ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہم ہمیشہ اسلام پر فخر کریں اور اسلام کے سوا کسی چیز کو لالچ اور رشک کی نظر سے نہ دیکھیں کہ کاش ہم کو بھی یہ چیز ملتی۔!

یہ ایسی لغزش کی فضا ہے کہ بعض قوموں کے منھ میں پانی بھر آیا ہے، جیسے کسی کو اچھی لذیذ چیز کھاتے دیکھ کر کبھی منھ میں پانی بھر آتا ہے، اسی طرح بعض قوموں کی گمراہیوں کو دیکھ کر اچھے اچھوں کے قدم اکھڑ گئے ہیں، اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو ایک جلیل القدر پیغمبر (حضرت موسیٰؑ) کی صحبت و تربیت نصیب فرمائی تھی، ان کے قدم بھی لڑکھڑا گئے اور بت پرستی کے مظاہر دیکھ کر وہ سنبھل نہیں سکے، اور انھوں نے تمنا کی کہ ہمیں بھی یہ چیز ملتی، سورۂ اعراف میں بنی اسرائیل کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ	اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے
الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ	پار اتارا تو وہ ایسے لوگوں کے پاس
عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی	جا پہنچے جو اپنے بتوں (کی عبادت)
اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ	کے لئے بیٹھے رہتے تھے (بنی اسرائیل)
قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ اِنَّ	کہنے لگے کہ موسیٰؑ! جیسے ان لوگوں کے
هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ	معبود ہیں ہمارے لئے بھی ایک معبود

وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ ○ بنا دو موسیٰؑ نے کہا تم بڑے ہی جاہل

(سورۃ الاعراف - ۱۳۸-۱۳۹) لوگ ہو یہ لوگ جس (شغل) میں

(پھنسے ہوئے) ہیں وہ برباد ہونے

والا ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں سب

بیہودہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس قوم کی لغزش کا واقعہ بیان کیا ہے، جس کے متعلق خود فرماتا ہے:۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ (سورۃ البقرۃ - ۴۷)

اے یعقوب کی اولاد! میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کئے تھے اور یہ کہ میں نے تم کو جہاں کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی۔

مفسّرین و محقّقین کا کہنا ہے کہ بنی اسرائیل کو دنیا پر جو فضیلت حاصل تھی، وہ توحید کی بنا پر تھی، توحید ہمیشہ اسرائیل (یعقوبؑ) کی نسل میں رہی وہ اپنے زمانہ کی قوموں کے مقابلہ میں زیادہ خدا پرست اور ــــــ موحّد تھے، اس قوم کا یہ حال ہوا جو مصر میں کئی برس تک موسیٰ علیہ السلام کی تربیت میں رہی تھی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ" (ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار کرایا) فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ" (وہ ایسے لوگوں کے پاس سے ہوکر گذرے کہ جو اپنے بتوں کے سامنے جھکے ہوئے تھے) اور وہاں غالباً دکانیں لگی ہوں گی، کھانے پک رہے ہوں گے، گانے بجانے بھی ہو رہے ہوں گے، اور ایسے موقعوں پر یہ ہونا

ضروری ہے، موسیٰ علیہ السلام نے اتنے دن تک جو سبق پڑھایا تھا وہ یکسر بھول گئے، وہ بولنے لگے "یٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ" اے موسیٰ (یہ کتنی رونق کی چیز ہے) ہمارے لئے بھی کوئی ایسا خدا تجویز کر دیجئے جو آنکھوں سے نظر آتا ہو، ہم اسے چھو سکیں اور اس کے قدموں میں گر سکیں اور اپنے سامنے دیکھ سکیں، "اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ" ہمارے لئے بھی کوئی ایسا معبود تجویز کیجئے جیسے مشرکین کے کئی معبود ہیں "قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ" موسیٰ علیہ السلام کو جلال آگیا اور کہنے لگے کہ تم پرلے درجہ کے نالائق اور پرلے درجہ کے ناشکرے اور پرلے درجہ کے جاہل ہو، اتنے دنوں تک تم کو سکھایا پڑھایا اور تمہیں اس گندی زندگی سے نکالا تمہارے لئے اللہ کے یہاں سے منّ و سلویٰ اترا، اور تم کہتے ہو کہ ہمارے لئے ایسا جشن اور میلہ لائیے "اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ" یہ سب برباد ہونے والے ہیں "وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" اور بت کچھ کام نہیں آئے گا سب ملیا میٹ ہو جائے گا یہ بڑی عبرت کی بات ہے، ہمارے اور آپ کے ڈرنے کی بات ہے، اللہ کے پیغمبر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تربیت میں جو قوم برسوں رہی وہ بھی پھسل گئی اور اس نے کہا کہ ہمارے لئے بھی آپ کوئی ایسا مجسّم خدا کھڑا کیجئے جسے ہم دیکھ کر پرستش کریں۔

اس سے ملتا جلتا واقعہ (اتنا بڑا تو نہیں) خود مسلمانوں کو پیش آیا کہ ایک درخت ذات انواط تھا اس درخت پر لوگ اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے، قربانیاں کرتے تھے، اور ایک دن اس کے نیچے قیام کرتے تھے، صحاح کی روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ حُنین پر جا رہے تھے تو جو نئے مسلمان ہوئے تھے، انھوں نے کہا کہ

ہمارے لئے بھی ایسا درخت تجویز کر دیجئے جہاں ہم آئیں بیٹھیں، میلہ کریں، بازار لگائیں، کھائیں پئیں، جانور ذبح کریں، آپ نے فرمایا کہ جو بات بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے کہی تھی وہی تم مجھ سے کہہ رہے ہو؟ "اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ" اے مسلمانو! تم بھی اس قوم کے بالکل قدم بقدم چلو گے؟[1]

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک لڑائی کے موقعہ پر ایک انصاری میں اور ایک مہاجر میں کچھ تکرار ہو گئی تو اس وقت انصاری نے چلّا کر کہا "یاللأنصار" انصار کی دُہائی ہے، اور مہاجر نے کہا "یاللمهاجرین" مہاجرین کی دُہائی ہے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا "دعوھا فانھا منتنۃ" چھوڑو اس کو یہ ناپاک چیز ہے۔

تو میرے بھائیو اور دوستو! شیطان ہماری تاک میں ہے، وہ اپنے کام سے کبھی غافل نہیں ہوتا، وہ نئے نئے طریقہ پر پھسلایا کرتا ہے، کبھی کسی رنگ سے، کبھی کسی رنگ سے، وہ یہ جانتا ہے کہ یہ آدمی کس بات سے متاثر ہوگا، اس کو اس کام سے ہٹانے کے لئے کون سی بات زیادہ موثر ہوگی، وہ عالموں کے خاندان میں جائے گا تو وہ چوری کے لئے نہیں کہے گا کہ وہ جانتا ہے کہ کہیں عالموں کی اولاد اور بزرگوں کی اولاد چوری کرتی ہے؟ ان کو تکبّر سکھلائے گا، آباء و اجداد پر فخر کرنا بتائے گا، ایسے ہی اگر وہ تاجروں کے پاس جائے گا تو ان کو وہ ناپ تول میں کمی کرنے یا ناجائز طریقہ پر تجارت کرنے، نفع حاصل کرنے پر مائل کرے گا، ایسے ہی جن قوموں کو اللہ تعالیٰ نے دین کا بڑا ذخیرہ دیا ہے، علم کا، ذہانت کا، نسل کا، اسلامی اخوت کا، اُن سے کہے گا کہ اسلام کی نسبت تو سب کو ملتی ہے، زبان کی نسبت، قومیت کی نسبت ہماری خصوصیت ہے،

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۴۲ اصل روایت صحاح میں بھی ہے۔

اس پر فخر کرنا چاہیئے اور اس کو مضبوط بنانا چاہیئے، یہی شیطان کا وہ حربہ ہے جو وہ ایسے موقع پر استعمال کرتا ہے آپ اس توحید کی رسّی کو مضبوط پکڑیئے "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا" اللہ فرماتا ہے کہ اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑو، متفرق نہ ہو جاؤ۔

تفرّق کی بات تو یہی ہے کہ شیطان کسی کے سامنے قومیت، کسی کے سامنے مادّیت، کسی کے سامنے دولت کسی کے لئے علم اور مختلف قسم کی چیزیں لا لا کر کھڑا کر دیتا ہے، اور اُن میں ایسی کشش پیدا کر دیتا ہے کہ بعض وقت آدمی اس کے لئے دوسروں کی جانیں لیتا ہے، لوگ ایک دوسرے کے سر کاٹنے لگتے ہیں، ایک دوسرے کے گھر اجاڑنے لگتے ہیں، کمزور کمزور بچوں پر ہاتھ اٹھاتے ہیں، شریف بیبیوں اور بیواؤں پر ہاتھ اٹھاتے ہیں، یہ سب شیطان کے چکّر ہیں، ہمیں آپ کو اسلام پر فخر کرنا چاہیئے اور اسلام کو سب سے بڑی دولت سمجھنا چاہیئے، اسلام کی نسبت کو، اسلام کی چیزوں کو سب سے بڑھ کر سمجھنا چاہیئے، حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے یہاں ایک سیاہ فام آدمی کی جس میں کوئی وجاہت نہیں بڑے بڑے خاندانی لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ عزت ہوتی ہے "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" اللہ تعالےٰ نے فضیلت کی چیز تقویٰ بنایا ہے، فضیلت کی چیز عبادت بنائی ہے، فضیلت کی چیز علم بنایا ہے "لا فضل لعربیّ علی عجمیّ ولا لعجمی علی عربی الّا بالتقویٰ" عرب کو عجم پر کسی عجمی کو عرب پر گورے کو کالے پر کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں دی گئی اگر فضیلت دی تو تقویٰ کی بنیاد پر کون اللہ کا علم زیادہ رکھتا ہے، دین کا علم زیادہ رکھتا ہے، کون زیادہ نماز پڑھنا جانتا ہے، کون اسلام پر زیادہ شکر و فخر کرتا ہے،

اور جس کو اللہ و رسول سے زیادہ محبت ہے، اسی کو فضیلت ہے، ایمان کی نسبت سب سے بڑی نسبت ہے اس لئے فرمایا "اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا" کہیں آتا ہے "اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ" شیطان اور اس کا لشکر تم کو دیکھتا ہے، اور تم اس کو نہیں دیکھتے۔

اور شیطان جن کے بھیس میں بھی ہے، اور انسان کے بھیس میں بھی آتا ہے، وہ دشمنوں کے بھیس میں بھی آتا ہے، اور دوستوں کے بھیس میں آتا ہے، اس کو بہت سی زبانیں آتی ہیں، ہم سے آپ سے اچھی زبان بولتا ہے اور ہم سے اور آپ سے زیادہ اچھی زبان میں وہ سمجھاتا ہے، آپ ایسے سب دشمنوں سے ہوشیار رہئے، اسلام کی رسّی کو مضبوط پکڑیئے، اس پر فخر کیجئے اس سے زیادہ فخر کی کوئی بات نہیں ہے، اسلام پر زندہ رہئے، اسلام پر مر جایئے، اسلام سیکھئے، اس کے لئے سر کٹانا بھی درست ہے لیکن غیر اسلام کے لئے خون کا ایک قطرہ بہانا بھی ناجائز۔

عرب میں ۶۶-۱۹۶۵ء میں ایک بڑا طوفان اٹھا، بڑی آندھی اٹھی ایک ایسا آدمی پیدا ہو گیا[1] جس نے لاکھوں عربوں کو پاگل بنا دیا، لیکن تھوڑے دن کے بعد اللہ رہ گیا، اس کا رسول رہ گیا، قبلہ رہ گیا، اور مسجد نبوی رہ گئی، اور قرآن شریف رہ گیا اور وہ جادو رخصت ہوا، "اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا" باطل کے پاؤں نہیں صرف اللہ اور رسول قائم رہیں گے، آپ اسلام کے سوا کسی چیز پر فخر نہ کریں، اسلام کے نعرہ کے علاوہ کوئی چیز آپ کو اپنی طرف کھینچنے نہ پائے، اسلام کے

---

[1] جمال عبد الناصر صدر مصر مراد ہیں۔

رُخ کے سوا کسی کی طرف آپ رُخ نہ کریں بس یہی اسلام کا شکر ہے، یہی اسلام کا فخر ہے، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ آپ کے ایمانوں اور دلوں کی حفاظت فرمائیں، ہمارے ایمان، ہمارے ساتھیوں کے ایمان اور ہمارے دلوں کی بھی اللہ حفاظت فرمائیں۔

محبت اور سچی رُوحانیت کی فتح

[وہ تقریر جو اسلامک فاؤنڈیشن بنگلہ دیش کی طرف سے دیئے ہوئے استقبالیہ اور اس کے ڈائرکٹر جناب ابوالقاید محمد یحییٰ صاحب کی خیر مقدمی تقریر کے جواب میں ۱۳ر مارچ کو ہوٹل پوربانی میں مہمان کے اعزاز میں ڈنر کے موقعہ پر کی گئی۔]

حمد و صلوٰۃ کے بعد!

ڈائرکٹر جنرل صاحب اسلامک فاؤنڈیشن اور معزز حاضرین!

میں اس وقت بڑا متاثر اور مسرور ہوں کہ اتنے چیدہ و برگزیدہ منتخب دوستوں اور دانشوروں سے ایک جگہ مل رہا ہوں، چاہیئے تو یہ تھا کہ میں خود گھر گھر جاتا اور آپ سے ملتا، لیکن ایک آدمی کے لئے جس کا قیام مختصر ہو اور شہر بہت بڑا ہو یہ ممکن نہیں ہوتا، میں جناب ابوالقاید محمد یحییٰ صاحب کا بہت شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مجھے یہ موقعہ عطا کیا کہ میں ایک وقت میں اپنے اتنے عزیز و معزز بھائیوں سے مل سکوں۔

میں بلا تکلف کہتا ہوں کہ اس وقت مجھے بنگلہ زبان نہ جاننے کا بہت افسوس

ہو رہا ہے، زبانیں سب خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں، اور خدا نے اپنا احسان رکھتے ہوئے، کسی کمزوری (WEAKNESS) کسی عیب کے طور پر نہیں، بلکہ تعریف کے موقعہ پر، اور اپنی نعمت کو یاد دلاتے ہوئے زبانوں کے تنوّع (VARIETY) کا ذکر کیا ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ	اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں
وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ	اور زمین کا پیدا کرنا ہے، اور تمہاری
وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	بولیوں اور تمہارے رنگوں کا مختلف
لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ○	ہونا ہے، اور اس میں سمجھنے والوں کے
(سورۃ الروم ۔ ۲۲)	لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے اور بنگالی زبان تو مسلمانوں کی زبان ہے، اس میں علم وادب کا بڑا خزانہ ہے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں تھی کہ میں اس برصغیر کے ایک باشندہ ہونے کے ناطے بنگلہ زبان سے واقف ہوتا لیکن یہ میری کمزوری ہے کہ میں آپ سے آپ کی عزیز زبان میں اس وقت بات نہیں کر رہا ہوں، اگر اس کا کوئی تبادل طریقہ ہو سکتا تھا تو وہ یہ کہ میں عربی زبان میں بات کرتا اور آپ اس کو سمجھتے جو اسلام کی سرکاری زبان اور عالم اسلام کی سب سے محبوب اور سب سے وسیع زبان ہے۔

حضرات! جب سے میں نے ایمان کی، علمائے کبار اور اولیائے عظام کی اس سرزمین پر قدم رکھا ہے، اس وقت سے میرا دل مسرّت سے معمور ہے، میں تاریخ کا ایک طالب علم ہوں، میں سمجھتا ہوں کہ اس سرزمین پر مسلمانوں کی اتنی کثیر آبادی کا وجود محض خلوص اور روحانیت کی فتح ہے، اگر سچی روحانیت اور سیاسی مفادات سے بالاتر خلوص نہ ہوتا، سچی خدا پرستی اور انسانیت دوستی نہ ہوتی (جو ہمارے بزرگوں میں تھی)

تو یہ سرزمین اسلام کی نعمت سے مالا مال اور اسلام سے عشق کرنے والی نہ ہوتی، آج ہمیں کسی ایک شخص کے دل کا جیتنا مشکل معلوم ہو رہا ہے، لیکن ہمارے بزرگوں نے کتنی آسانی کے ساتھ محض اپنے خلوص کی بدولت لاکھوں انسانوں کے دل میں گھر کر لیا اور ان کو اپنا عاشق و شیدائی بنا لیا، یہاں مسلمانوں کی اکثریت کسی فوج کشی کا نتیجہ نہیں ہے، میں پوری ذمہ داری کے ساتھ آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں جہاں اسلامی فوجیں نہیں گئیں، وہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، اور جہاں صدیوں مسلمانوں کی حکومت رہی وہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، کشمیر حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کی محبت کا اسیر و نخچیر ہے، خدا کا ایک بندہ ایران سے آتا ہے، اور سارا کشمیر اسلام کا کلمہ پڑھ لیتا ہے، اور اسلام سے اس کو ایسا عشق ہو جاتا ہے، کہ وہاں کے بڑے بڑے برہمن خاندانوں کے افراد اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے، وہیں کے ایک برہمن زادہ (اقبالؔ) کو ایک سیّد زادہ کو خطاب کرتے ہوئے یہ کہنے کا موقعہ ملا کہ ؎

تو سیّد ہاشمی کی اولاد — میری کفِ خاک برہمن زاد
ہے فلسفہ میرے آب و گِل میں — پیوستہ ہے ریشہائے دل میں
اقبالؔ اگرچہ بے ہنر ہے — اس کی رگ رگ سے باخبر ہے
عالم کی عشا ہو جس سے اشراق — مومن کی اذاں ندائے آفاق

اقبالؔ کے دل میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ محبت کس نے پیدا کی، جس نے ان کی زبان سے کہلوایا ؎

وہ دانائے سُبل ختم الرسل مولائے کُل جس نے — غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا

حدیثِ عشق و مستی ہیں وہی اول وہی آخر وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

یہ عشق رسول روحانیت نے پیدا کیا، خلوص نے پیدا کیا، سچی خدا پرستی اور سچّی انسان دوستی نے پیدا کیا، جب خدا پرستی اور انسان دوستی کا سنگم ہو جاتا ہے، جب یہ دو دریا آ کر مل جاتے ہیں، ایک طرف انسان خدا پرست ہوتا ہے، دوسری طرف انسان دوست ہوتا ہے، پھر اس کی فتوحات کو کوئی روک نہیں سکتا، پھر روشنی تاریکی کا سینہ چیرتی ہوئی چلی جاتی ہے، سچی خدا پرستی اور انسان دوستی دونوں اس طرح چلتے ہیں کہ ملک کے ملک ان کے قدموں پر گر جاتے ہیں، آج بھی دنیا کی مشکلات و مصائب کا علاج یہی خلوص ہے، سچی روحانیت اور مفادات اور سیاسی اغراض سے بالاتر ہو کر خدمت کرنا ہے۔

مشرقی بنگال میں بھی درویش آئے، خدا پرست فقیر آئے، یہاں وہ آئے، جو انسان کو سینہ سے لگاتے تھے، اور انسانوں نے جو مصنوعی تقسیم کر رکھی تھی، آدمؑ کی اولاد کو انھوں نے دو حصوں میں بانٹ دیا تھا، ایک انسان تھے، دوسرے وہ بد قسمت تھے، جن سے جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا، وہ اسلام کا پیغام لے کر آئے، توحید ربّانی اور وحدت انسانی کا پیغام لے کر آئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عربوں کو مخاطب کر کے فرمایا، جو اس زمانہ کے سب سے بڑے نسل پرست اور زبان پرست تھے، حتیٰ کہ وہ ساری دنیا کو اپنے سامنے گونگا اور بے زبان سمجھتے تھے، اور اپنی عربی زبان کے سامنے کسی زبان کو زبان نہیں سمجھتے تھے، اور اس کو منہ نہیں لگاتے تھے "اِنّ ربکم واحد وان اباکم واحد، کلکم من اٰدم و اٰدم من تراب، لا افضل

لعربي على عجمي، ولا لعجمي على عربيّ، ولا لأبيض على أسود، ولا لأسود على ابيض، الّا بالتقوىٰ۔‘‘

يَآيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ط (سورۃ الحجرات۔ ۱۳)

لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہاری قوم اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

محمد عربی ہاشمی قریشی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انسانو! اے لوگو! اے عربو! تمہارا خدا تمہارا پیدا کرنے والا بھی ایک ہے، تمہارا باپ بھی ایک تھا، دو دو رشتوں سے تم ایک دوسرے کے بھائی ہو، ایک خدا کے رشتہ سے، خدا کا بندہ ہونے کی حیثیت سے، دوسرے باپ کے رشتہ سے کہ تمہارے مورث اعلیٰ ایک تھے، توحید ربّانی اور وحدت انسانی دو ستون ہیں، جن پر انسانیت قائم ہے، اگر ان میں سے ایک ستون بھی گرا دیا جائے تو تہذیب و تمدّن کا یہ سارا قصر زمین پر آجائے گا۔

انھیں صوفیوں اور انھیں درویشوں کے ذریعہ یہاں اسلام آیا، جنھوں نے دماغ سے بات کرنے سے پہلے دل سے بات کی، انھوں نے منہ کی زبان سے بات نہیں کی دل کی زبان سے کی، منہ کی زبانیں پچاسوں ہوسکتی ہیں، لیکن دل کی زبان ایک ہے، ـــــ روح کی زبان ایک ہے، سچائی کی زبان ایک ہے،

محبت کی زبان ایک ہے، محبت کی زبان ہر جگہ سمجھی جاتی ہے، اور بعض مرتبہ ترجمان کی ضرورت بھی نہیں ہوتی، آنکھوں کی چمک، لبوں کی مسکراہٹ، دل سے ابلتا ہوا محبت کا فوّارہ بڑے بڑے دشمنوں کو اور جنگل کے شیروں اور چیتوں کو اپنا کلمہ پڑھنے والا بنا لیتا ہے۔

میں بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے صرف ڈھاکہ کے نہیں بنگلہ دیش کے دل و دماغ یہاں پر اکٹھا کر دیئے، میرے دل میں یہ بات آتی ہے کہ جس ملک میں اتنے دانشور موجود ہوں، اسلام سے اتنی محبت کرنے والے موجود ہوں، جو اپنے ایک پردیسی بھائی کا نام سن کر اپنے تمام ضروری کام چھوڑ کر یہاں جمع ہو جائیں، اس ملک کا رشتہ اسلام سے کبھی ٹوٹ نہیں سکتا، کمیّت (QUANTITY) اور کیفیت (QUALITY) دونوں حیثیتوں سے یہ مجمع بہت ممتاز ہے، یہ مجھے (خدا کی رحمت پر نظر کرتے ہوئے) یقین دلاتا ہے کہ جہاں اتنے مسلمان ہوں، جہاں اتنے دانشور (INTELLECTUALS) ہوں، جہاں اتنے پڑھے لکھے اسکالرس (SCHOLARS) ہوں، اس ملک کا اسلام سے علمی طور پر، تہذیبی طور پر، کلچرل طریقہ پر رشتہ ٹوٹ نہیں سکتا، آپ نے مجھے بڑا تحفہ دیا ہے، کہ ایک جگہ پر ایک وقت میں اتنے آدمیوں سے ملا دیا۔

حضرات! آپ مجھے معاف کریں اگر میری بات لمبی ہو جائے، میں "دخل در ماکولات" کر رہا ہوں "دخل در معقولات" بھی اچھی چیز نہیں ہے لیکن "دخل در ماکولات" اس سے بھی زیادہ سخت چیز ہے کہ یہ کھانے کا وقت تھا،

میں آپ سے باتیں کر رہا ہوں، کھانا تو مجھے ہر جگہ مل جائے گا لیکن میں آپ کو کہاں ڈھونڈھوں گا۔؟

میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں، خوشامد میں نہیں کہتا کہ آپ کو اسلام سے محبت کرنے والی جیسی مخلص اور سادہ دل قوم ملی ہے، بہت سے ملکوں کو نصیب نہیں، آپ اس کی قدر کریں، آپ کو بڑے بڑے سیاسی POLITICIANS مل جائیں گے، DIPLOMATES مل جائیں گے، بڑے ذہین اور GENIUS لوگ مل جائیں گے، لیکن سچائی اور محبت آپ کو ہر جگہ نہیں ملے گی، آپ کی قوم میں یہ سچائی اور محبت موجود ہے، اب آپ اس سے کام لیں، میں TORONTO گیا، وہاں لوگوں نے مجھے NIAGARA FALL دکھایا، وہ آبشار جو دنیا کے سارے عجائبات میں شمار ہوتی ہے کہ ہزاروں فٹ سے پانی گرتا ہے، دنیا بھر کے سیّاح اس کو دیکھنے جاتے ہیں، میں بھی گیا، اس نیاگرہ آبشار سے بجلی نہ پیدا کی جائے، اس سے ELECTRICITY نہ لی جائے، اس سے وہ انرجی ENERGY نہ لی جائے، اور اس سے کھیتیاں نہ سینچی جائیں تو نیاگرہ فال ضائع ہوا کہ کام آیا؟ آپ کو خدا نے ایک آبشار دی ہے، یہ ایمان کی آبشار ہے جو آپ کو اس قوم کی شکل میں حاصل ہے، یہ سچائی کی خلوص کی آبشار ہے، اس سے بجلی پیدا کریں، آپ جن مسائل کو سمجھ رہے ہیں کہ وہ ناقابلِ حل ہیں، وہ سب مسئلے چٹکیوں میں حل ہو سکتے ہیں، اگر سچائی اور خلوص ہو، آپ کی قوم میں وہ جوہر موجود ہے، اس سے آپ جو کام لینا چاہیں وہ کام لے سکتے ہیں۔

لیکن یہ سیاسی لیڈروں کا کام نہیں ہے، یہ سچے دل والوں کا، خلوص والوں کا کام ہے، جو اپنے دل میں محبت رکھتے ہوں، جو اس قوم کو دینا چاہتے ہوں، اس قوم سے لینا نہیں چاہتے ہوں، جو اس قوم کی خدمت کرنا چاہتے ہوں، اور خدا سے اس کا ثواب چاہتے ہوں، وہ اس قوم سے اکسیر بنا سکتے ہیں، سونا بنا سکتے ہیں، یہ قوم تو سونا ہے، یہ قوم یہاں بنگلہ دیش ہی میں نہیں پورے عالم اسلام میں ایک نئی طاقت پیدا کر سکتی ہے، لیکن یہ جب ہوگا، جب ہم اس نعمت کی قدر کریں جو اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس قوم کی شکل میں دی ہے، یہ "نیا گرہ فال" ہے، آپ اس سے بجلی پیدا کریں، یہ پانی ضائع ہو رہا ہے، کتنے دنوں سے ضائع ہو رہا ہے، اس سے آپ اگر بجلی پیدا کریں تو نہ بجلی سارے برصغیر SUB CONTINENT کو منوّر و روشن کر سکتی ہے، اور عالم عربی تک یہ روشنی جا سکتی ہے۔

آپ اپنی قوم کی قدر کریں اور جو خلیج GULF پرانے طبقہ کے درمیان اور نئی نسل YOUNG GENERATION کے درمیان، اور علماء اور یونیورسٹیوں کے گریجویٹس کے درمیان پڑ گئی ہے، اور زیادہ سے زیادہ گہری اور وسیع ہوتی جا رہی ہے، آپ اس خلیج کو پُر کریں، دونوں طبقے گلے ملیں، قدیم علماء دینی مسائل میں آپ کی مدد کر سکتے ہیں، آپ کی رہنمائی کر سکتے ہیں، آپ کو قرآن کی تعلیمات سے آشنا کر سکتے ہیں، اور جدید تعلیم یافتہ اس کو لے کر بنگلہ زبان میں پھیلا سکتے ہیں، دونوں مل کر اس ملک کو طاقتور اور اسلام کا علمبردار بنائیں، یہ عالم اسلام کا دوسرے نمبر کا بڑا خاندان ہے، اس کو اپنی ذمہ داری، اپنی طاقت اور اپنی قیمت محسوس کرنی چاہیئے، اور بڑے بھائی کی طرح چھوٹے بھائیوں

کی جو تعداد میں کم ہیں مدد کرنی چاہیئے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ میں بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے طاقت کے ایک نئے خزانہ سے واقف کرایا، آپ نے امید کی ایک دنیا آباد کردی، میرے دل پر جس پر بار بار عالم اسلام کے واقعات کو دیکھ کر مایوسی کا حملہ ہوتا رہا ہے، لبنان کے واقعات کو دیکھ کر، عراق و ایران کی جنگ کو دیکھ کر اور عرب ملکوں کی دولت کا غلام بن جانے کی حالت کو دیکھ کر جو میرے دل پر چوٹ لگتی رہی ہے، آپ نے اس میں تھوڑی سی کمی پیدا کی، ابھی اسلام کا ستارہ بلند ہے، اور کیا تعجب ہے کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ MODERN RENAISSANCE یہاں سے پیدا ہو، اور میں صاف کہتا ہوں ایک ہندوستانی مصنّف کی حیثیت سے (جیسا کہ میرا تعارف کرایا گیا) کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو سب طرح کی صلاحیتیں دی ہیں، الحمدللہ آپ میں کسی بات کی کمی نہیں ہے، صرف اس کی ضرورت ہے کہ اسلام کے رشتہ کو اور نسبت کو آپ ہر چیز پر ترجیح دیں کوئی چیز اس کے راستہ میں رکاوٹ نہ بنے، اصل تعلق خدا کا ہے، یہاں ہم سب کو جانا ہے، اور وہاں کوئی چیز کام نہیں آئے گی سوائے ایمان اور عقیدہ کے اور نیک عمل کے، ہم سب انسانوں سے محبت کریں، سب زبانوں کے ساتھ محبت رکھیں، اپنی زبان کو ترقی دیں، اس سے پیار کریں، مگر نفرت کسی زبان سے نہ کریں، میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ ایسے عالم و ادیب بھیجیں جو ہندوستان میں بنگلہ زبان کی تعلیم دیں، زبانوں کے تعصب سے اسلام کی تاریخ آشنا نہیں، مسلمانوں نے سب زبانوں کو سیکھا اور ان میں کمال پیدا کیا اور ان کو اسلامی لٹریچر سے مالا مال کردیا، فارسی

کیا تھی، آتش پرستوں کی زبان تھی، اس کی شاعری کی تاریخ پڑھئے، اس نے سعدیؒ کو پیدا کیا، حافظؒ کو پیدا کیا، جلال الدین رومیؒ کو پیدا کیا، عرفی اور نظیری کو پیدا کیا، مولانا جامیؒ اور قدسیؒ کو پیدا کیا اور کیسے کیسے عالم پیدا کئے مجھے یہاں آکر جس سے سب سے بڑی امید پیدا ہوئی وہ اسلامک فاؤنڈیشن ہے، یہ ایک ایسا ادارہ ہے کہ جو ہمارے INTELLECTUALS کے لئے، یونیورسٹیوں سے نکلنے والے نوجوانوں کے لئے اسلامی کتابیں ان کی زبان میں پیش کرے گی، اور اس کی زبان، اس کا اسٹائیل ہر چیز اس کی آئیڈیل IDEAL اور معیاری ہوگی، یہ امید کا ایک ستارہ ہے، جس سے اس ملک میں روشنی پھیلنے کی امید ہوتی ہے، اور اس سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں۔

میں ان الفاظ پر اپنی بات ختم کرتا ہوں اور پھر اسلامک فاؤنڈیشن کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے یہ زرّیں اور تاریخی موقعہ فراہم کیا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

بنگلہ دیش میں اہلِ علم و فکر کی ذمہ داری
بنگلہ زبان میں مہارت و قیادت

[یہ تقریر ۱۴ مارچ ۱۹۸۴ء کو جامعہ امدادیہ کشور گنج کے میدان میں علماء و طلبا اور دانشوروں کے ایک بڑے مجمع میں کی گئی، عمومی تمہید کے بعد جس میں ہندوستان میں تجدیدی و اصلاحی کوششوں اور ان کی کامیابی کا اجمالاً ذکر کیا گیا۔]

حضرات اہلِ علم و فکر، مدرسین و اساتذہ، طلبائے عزیز!

آپ کا پہلا فرض یہ ہے کہ ملک کا رشتہ اسلام سے کمزور نہ ہونے پائے، جس ملک کو اللہ نے آپ کے لئے انتخاب کیا ہے، اس کے بارے میں آپ کو خدا کے یہاں جواب دینا ہوگا، اگر اسلام سے اس کا رشتہ کمزور ہو گیا، اور ملک کے اندر خلاف اسلام رجحان پیدا ہوا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ ہوگا اور آپ کا گریبان ہوگا، سیاسی لوگوں سے پوچھا جائے گا یا نہیں؟ یہ بعد کی بات ہے، ہم نہیں کہہ سکتے، لیکن سب سے پہلے علماء سے سوال ہوگا کہ تمہارے ہوتے ہوئے ملک میں اسلام کیسے خطرہ میں پڑا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے، میرے ہوتے ہوئے دین کمزور ہو جائے یہ کیسے ممکن ہے؟

آپ کو تمام جزوی و ذیلی اختلافات کو ختم کر کے اس مقصد پر متحد ہونا چاہئے کہ آپ اس ملک کی رہنمائی کریں، آپ اس ملک کے اس طبقہ کو متاثر کریں اپنے اخلاص سے، اور اپنے ایثار سے جس کے ہاتھ میں زمام اختیار ہے یا آنے والی ہے، جنھوں نے اس کی تیاری کی ہے، جن کے پاس وہ وسائل و اسلحہ ہیں جن کے ذریعہ سے اس زمانہ میں آدمی کو اقتدار حاصل ہوا کرتا ہے، آپ کا یہ فرض ہے کہ اس طبقہ سے روابط پیدا کریں، آپ ان کی زبان میں ان کو سمجھائیں، آپ کے متعلق ان کا یہ تجربہ ہو جائے کہ آپ بے غرض ہیں، آپ ان سے اپنے لئے کچھ نہیں چاہتے ہیں، آپ کو وہ بڑی سے بڑی رشوتیں دینا چاہیں، آپ کو بڑے سے بڑے مواقع دینا چاہیں، آپ کہیں، نہیں! ہمیں کچھ نہیں چاہئے! آپ دین کی خدمت کریں۔

دوسری بات یہ ہے (ماشاء اللہ پڑھے لکھے لوگوں کا مجمع ہے، اس لئے میں کہتا ہوں) کہ یہاں کی زبان (بنگلہ زبان) کو آپ اچھوت نہ سمجھئے، بنگلہ زبان کو آپ یہ نہ سمجھئے کہ اس کے پڑھنے لکھنے میں کوئی ثواب نہیں ہے، یا عربی میں ثواب ہے یا اردو میں ثواب ہے، آپ کو بنگلہ زبان میں مہارت پیدا کرنا چاہئے، بنگلہ زبان میں آپ اچھے لکھنے والے بنئے، آپ ادیب بنئے، مصنف بنئے، مقرر بنئے، آپ کی زبان میں مٹھاس ہو، رس ہو، آپ کی زبان ایسی ہو کہ لوگ غیر مسلم ادیبوں کی تحریر پڑھنے کے بجائے آپ کی تحریریں پڑھیں اور مست ہوں، اور جھومیں، یہ بات لکھنؤ میں رہنے والے کی زبان سے سنئے، دلّی کی زبان بولنے والے کی زبان سے سنئے اور عربی پر جان دینے والے کی زبان سے سنئے، اس وقت تک جو عمر گزری ہے،

عربی زبان کی خدمت میں اور انشاءاللہ بقیہ عمر بھی گزرے گی، عربی ہماری زبان ہے، ہم عربی کو اپنی مادری زبان سمجھتے ہیں، الحمدللہ ہم تو ہم ہمارے بعض عزیز بچے بھی ایسے ہیں جو کسی طرح عربوں سے کم نہیں ہیں، وہ شخص آپ سے کہہ رہا ہے، جو عربی زبان کا کیڑا ہے، اور اردو زبان جس کے گھر کی زبان ہے، وہ آپ سے کہہ رہا ہے کہ بنگلہ زبان کو غیر مسلموں کے رحم و کرم پر نہ چھوڑیئے، ان کے حوالہ نہ کیجئے کہ لکھیں وہ پڑھیں آپ، یاد رکھئے قلم کے ساتھ اثر آتا ہے، لوگوں نے تو یہ کہا کہ کتاب اگر کسی صاحبِ ایمان کے قلم سے لکھی ہوئی ہے تو ایمان کا کرنٹ دوڑ جاتا ہے، حضرت تھانوی رحؒ فرماتے تھے کہ خطوط کے ذریعہ سے بھی توجہ دی جاتی ہے، جب کوئی شیخ توجہ سے خط لکھتا ہے تو اس خط میں تاثیر ہوتی ہے، اور ہم نے اس کا تجربہ کیا ہے، اور آج ان مصنفین کی کتابیں موجود ہیں، جو ان کی کتاب پڑھ لے اس کی نمازوں کی کیفیت بدل جاتی ہے، کتاب کا نماز سے کوئی تعلق نہیں، کتاب کسی اور موضوع پر ہے، لیکن جب وہ صاحب لکھ رہے تھے یا بول رہے تھے تو قلب ان کا متوجہ تھا، آج ان کی کتابیں پڑھئے، ان کی تحریر پڑھئے تو آپ اس کے بعد نماز پڑھیں گے، ذرا بھی آپ کا احساس اور قلب بیدار ہے تو آپ محسوس کریں گے کہ اس کی کیفیت اور ہے، میں نے بارہا اس کو محسوس کیا ہے۔

آپ غیر مسلموں کی کتابیں پڑھیں، ان کے افسانے پڑھیں، ان کی کہانیاں پڑھیں، ان کی تاریخ لکھی ہوئی پڑھیں، اور آپ پر اثر نہ پڑے؟ ضرور پڑے گا، یہ بہت بڑی کم ہمتی کی بات ہے، آپ لوگوں کے لئے ضروری

ہے کہ جو مسلمان ادیب و شاعر گزرے ہیں، ان کو آپ نمایاں کریں، آپ نذرالاسلام کو نمایاں کیجئے، آپ ان کی چیزیں پڑھئے اور ان کے ترجمے کیجئے، اللہ تعالےٰ نے صلاحیت دی ہے تو ان کا کلام عربی میں پیش کیجئے، یہاں کئی ادیب گزرے ہیں، مثلاً عبدالغفور نسّاخ ان کا نام بچپن میں اردو ادب کی تاریخ میں پڑھا تھا، اور کئی شاعر گزرے ہیں، ان لوگوں کے حالات لکھئے، دنیا کو بتائیے کہ یہاں کیسے کیسے شاعر گزرے ہیں، خدا کے فضل و کرم سے کوئی جوہر، کوئی کمال ایسا نہیں جو آپ کو نہ ملا ہو، ہمارے مدارس میں تو بعض بعض بنگالی طالب علم اتنے ذہین تھے کہ رشک آتا تھا اور ہمارے یو۔پی اور بہار کے طالب علم ان کے سامنے مات تھے، عربی سپاس نامے میں میں سنتا چلا آرہا ہوں، مجھے اندازہ ہی نہیں تھا کہ اتنی اچھی عربی لکھنے والے یہاں موجود ہیں، کبھی احساس کمتری میں مبتلا نہ ہوئیے گا، خدا نے آپ کو سب جوہر دیئے ہیں، مگر اس کا صحیح استعمال نہیں۔

میری بات یاد رکھئے کہ بنگلہ زبان کی قیادت اپنے ہاتھ میں لیجئے دو قسموں سے، ایک غیر مسلموں سے، ایک غیر اسلامی سے، دو قسمیں ہیں، ایک غیر مسلم ہے ایک غیر اسلامی ہے، غیر اسلامی مسلمانوں میں بھی ہوتے ہیں، غیر مسلم غیر مسلموں میں ہوتے ہیں، غیر مسلموں سے غیر اسلامیوں سے دونوں سے قیادت اپنے ہاتھ میں لیجئے، اور اس میں ایسا کمال پیدا کیجئے کہ لوگ ان سے مستغنی ہو جائیں، الحمدللہ ہمارے یہاں کے علماء نے اس کی طرف توجہ کی، ادب، تنقید، تاریخ، تصنیف میں ان کے سامنے کسی کا چراغ نہیں جلا، ایک مرتبہ انعامی مقابلہ تھا،

ایک بڑے اردو رسالہ کی طرف سے کہ اردو کا سب سے بڑا انشاء پرداز کون ہے، سب سے بڑا انشاء پرداز، انعام ان کو ملا جنھوں نے یہ ثابت کیا کہ مولانا شبلی نعمانی اردو کے سب سے بڑے انشاء پرداز تھے، جب کوئی بڑا منتخب جلسہ ہوتا تو مولانا سید سلیمان ندویؒ کو مولانا عبد السلام ندوی کو، نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی کو، صدارت تفویض کرتے، اردو شاعری کی تاریخ پر دو کتابیں ہیں، جو یونیورسٹیوں کے نصاب میں داخل ہیں، ایک "آب حیات" جو مولوی محمد حسین آزاد کی لکھی ہوئی ہے، جو قدیم نصاب پڑھے ہوئے تھے، اور ایک "گل رعنا" جو ہمارے والد ماجد مولانا حکیم سید عبد الحیؒ کی لکھی ہوئی ہے، دار المصنفین سے چھپی ہے، ہندوستان میں ہم نے اردو زبان کو دوسرے کے قبضہ میں نہیں جانے دیا، اور آج بھی خدا کا شکر ہے کہ کوئی وہاں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مولویوں کو اردو نہیں آتی، مولوی ٹکسالی زبان میں میٹھی زبان میں، رسیلی زبان میں تقریر نہیں کر سکتے، لکھ نہیں سکتے، کوئی آج بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا، اب بھی ہمارے علماء میں ایسے ایسے بولنے والے موجود ہیں کہ ان کے سامنے وہ بولنے کی ہمت نہیں کر سکتے جن کو بڑے دعوے ہیں، ایسے ہی آپ کو کرنا چاہیئے، دیکھئے (میں پیر دانا تو نہیں کہتا، لیکن ایک جہاں دیدہ تجربہ کار کی یہ بات لکھ لیجئے) آپ بنگالی زبان سے اگر قطع تعلق اور پرہیز کریں گے تو یہ ایک طرح کی معنوی خودکشی ہوگی، زبانوں میں کوئی بیر نہیں ہوتا کہ ایک زبان آئے تو دوسری زبان نہیں آسکتی، یہ بات غلط ثابت ہو چکی ہے، "ہفت زبان" کا ایک محاورہ چلا آرہا ہے کہ سات زبانیں آتی ہیں لیکن ایسے تو

خدا کے فضل و کرم سے تین تین چار چار زبان جاننے والے تو ہمارے یہاں بھی ہیں، خدا کے فضل سے ہمارے کچھ نوجوان ایسے ہیں کہ عربی بولنے کو کہہ دیجئے تو عرب سمجھیں گے کہ شاید عرب ہیں، یہ بات غلط ہے کہ ایک نئی زبان اچھی طرح آسکتی ہے، نہیں بلکہ بعض اوقات ایک زبان دوسری زبان کو مدد پہونچاتی ہے۔

بھائیو! یہ دو باتیں یاد رکھو میں زیادہ نہیں کہنا چاہتا کہ اس ملک کی حفاظت کی ذمہ داری تمہاری ہے، اس ملک کا رشتہ اسلام سے کمزور نہ ہونے پائے، ورنہ تمہارے سب مدرسے بیکار ہیں، میں صاف کہتا ہوں، میں مدرسہ کا آدمی ہوں، مدرسہ کے تالاب کی مچھلی ہوں، میں کہتا ہوں کہ اسلام اگر خدانخواستہ نہ رہا تو یہ سب مدرسے بیکار ہیں، یہ مدرسے کسی چیز کی دوا نہیں، پہلا کام ہے اسلام کو باقی رکھنا، اسلام کا رشتہ اس قوم سے جوڑے رکھنا، دوسری بات ہے قیادت کا مقام حاصل کرنا، قیادت کا مقام حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ آپ کو بنگلہ پر عبور نہ ہو، میں نے کل کے استقبالیہ جلسہ میں جس میں اسلامک فاؤنڈیشن نے استقبالیہ دیا تھا، کہا کہ مجھے افسوس ہے اور شرم آرہی ہے، کہ میں آپ سے بنگلہ میں بات نہیں کر سکتا، میں خوش ہوتا اگر میں آپ کے سامنے بنگلہ میں تقریر کرتا، ہمارے یہاں اسلام میں کوئی زبان غیر نہیں ہے، سب زبانیں خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں، اور ایک سے ایک زبان بڑھی ہوئی ہے، زبان کے خلاف تعصّب بالکل جاہلانہ بات ہے، نہ کوئی زبان پرستش کے قابل ہے نہ کوئی زبان نفرت کے قابل ہے، یہ سمجھ لو پرستش کے قابل بھی نہیں ہے، اگر مقدس زبان کوئی ہو سکتی ہے تو عربی زبان ہے، باقی سب زبانیں یکساں ہیں، اللہ نے انسانوں میں بولنے کی

صلاحیت پیدا کی اور سیکڑوں برس میں ان زبانوں میں ترقی ہوئی، اور اب وہ ہمارے پاس ترقی یافتہ شکل میں پہونچیں، ہم ان کی قدر کرتے ہیں اور ہمیں اظہار خیال کے لئے ان سے مدد ملتی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضؓ کو عبرانی زبان پڑھنے کا حکم دیا جو صرف یہودیوں کی زبان تھی، اگر ہم زبان وادب کی طرف سے بے اعتنائی برتیں گے تو غیر اسلامی عناصر ان پر اپنی اجارہ داری قائم کرلیں گے، اور اس سے بڑا نقصان پہونچےگا کلکتہ سے کتابیں آتی ہیں، مسموم کمیونزم کی پرچار کرنے والی، قومی ولسانی تعصّب کی پرچار کرنے والی، ہندو میتھالوجی کی پرچار کرنے والی اور بڑے شوق سے ہمارے نوجوان پڑھتے ہیں، بھائی! اگر آپ کو ترمذی کی شرح لکھنی ہو اور مشکوٰۃ کی شرح لکھنی ہو اور کسی فقہی مسئلہ پر بحث کرنا ہو، اس کو آپ اردو میں لکھئے یا عربی میں لکھئے، اگر آپ کو عوام سے باتیں کرنی ہوں تو عوام کی سطح پر بات کیجئے، میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ ہندوستان پاکستان میں بہت کام ہوچکا ہے، کتب حدیث کی شرحیں لکھی جاچکی ہیں، مذہب حنفی کو حدیث کے مطابق ثابت کیا جاچکا ہے، اب اس کے لئے کسی نئی بڑی کوشش کی ضرورت نہیں ہے، حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ اور حضرت مولانا ظہیر احسن شوق نیمویؒ یہ سب کام کرچکے، انھوں نے ثابت کردیا کہ یہ دعوے اکہ حنفی حدیث کے خلاف کہتے ہیں، غلط ہے، اور ان سے پہلے طحاویؒ نے "معانی الآثار" میں، زیلعی نے احادیث ہدایہ کی تخریج "نصب الرایہ" میں اور دوسرے حضرات نے بھی یہ کام بڑے اعلیٰ پیمانہ پر کیا ہے، اب نیا میدان ہے جس کی طرف آپ کو

توجہ کی ضرورت ہے، وہ یہ کہ عوام آپ کے اثر سے نکلنے نہ پائیں، وہ آپ کو یہ نہ سمجھیں کہ آپ اس ملک میں رہ کر کے بھی غیر ملکی ہیں، اس ملک میں رہ کر کے آپ پردیسی ہیں، آپ کو تو اس ملک کے ساتھ اپنے کو وابستہ کرنا چاہئے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

إن دماءكم وأموالكم	اے مسلمانو! تمہارا خون، تمہارے
وأعراضكم حرام عليكم كحرمة	مال، تمہاری عزت وآبرو ایک دوسرے
يومكم هذا في بلدكم هذا في	پر حرام ہے، جیسے آج کا (عرفہ کا) دن
شهركم هذا ألا فليبلغ الشاهد	اس شہر (مکہ) کے جوار میں اس مہینہ
الغائب۔	ذی الحجہ میں جو حرمت کا مہینہ ہے۔

زبان کے لئے کسی مسلمان کی توہین کرنا، مسلمان کے دل کو دکھانا، مسلمان کا خون بہانا ناجائز اور ظلم عظیم ہے، نہ زبان پرستش کے قابل ہے، نہ نفرت کے قابل "قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا" اللہ نے ہر چیز کا ایک پیمانہ بنایا ہے، اس کا بھی ایک پیمانہ ہے، محبت کرو، کمال پیدا کرو، زبان وشاعری کا لطف لو، اس کا ذائقہ لو، لیکن غلو نہ کرو، خدا کی کتاب کو بھی اگر کوئی پوجنے لگے تو مشرک وکافر ہو جائے گا، اگر قرآن کو کوئی سامنے رکھ کر (اس کو مسجود سمجھ کر) سجدہ کرے تو مشرک ہوگا، عبادت صرف خدا کی ہے، لیکن سب زبانوں سے محبت کرنا اور اس میں عبور حاصل کرنا، اور سب کا حق دینا معقول ہے۔

میرے عزیزو! اگر یہ باتیں ہماری یاد رہیں تو انشاء اللہ کسی دن یاد کروگے کہ کوئی کیا کہہ گیا تھا" فَسَتَذْكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ وَأُفَوِّضُ أَمْرِي

اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ۔"

جو بات میں تم سے کہتا ہوں، تم اسے آگے چل کر یاد کروگے، اور میں اپنا کام خدا کے سپرد کرتا ہوں، بے شک خدا بندوں کو دیکھنے والا ہے۔

فرشتے بھی سن لیں اور کراماً کاتبین بھی سن لیں کہ ہم حجت پوری کر رہے ہیں اس ملک کے رہنے والے مسلمانوں پر کہ اگر تمہیں اس ملک میں رہنا ہے، اسلام کو باقی رکھنا ہے تو یہ راستہ ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے۔

اس ملک کی قسمت اسلام سے وابستہ ہے!

[وہ تقریر جو ۱۶؍ مارچ ۱۹۸۴ء کو جمعہ کے خطبہ سے پہلے ڈھاکہ کی مرکزی جامع مسجد بیت المکرم میں کی گئی۔]

حمد و صلوٰۃ کے بعد!

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا
وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً
فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ
بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى
شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ
فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ
تَهْتَدُوْنَ ۝

(سورۃ آل عمران ۔ ۱۰۳)

اور سب مل کر خدا کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے، تو خدا نے تم کو اس سے بچا لیا اس طرح خدا تم کو اپنی

آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے

تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

میرے عزیز بھائیو! اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اللہ نے ایک جگہ اتنے مسلمان بھائیوں کی شکلیں ہمیں دکھائیں، پہلے مسلمان کے دیکھنے کو آنکھیں ترستی تھیں، اور دنیا میں کلمہ گو اتنے کم تھے کہ انگلیاں اٹھتی تھیں، کہا جاتا تھا کہ وہ مسلمان جا رہا ہے، یہ مسلمان ہے، اب خدا کے فضل و کرم سے مسلمانوں کا ایک سمندر ہے، اس وقت جبکہ میں آپ سے باتیں کر رہا ہوں جمعہ کی اس مبارک ساعت میں کتنی جگہ کتنے مسلمان مسجدوں میں اپنے مالک کے سامنے سر جھکانے کے لئے اور جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے جمع ہوں گے۔

لیکن ہم کو اور آپ کو بھی اس کا احساس ہونا چاہئے کہ اللہ نے ہم کو کیا دولت عطا فرمائی ہے، کلمہ نصیب ہونا، اللہ اور اس کے رسول پر صحیح طور پر ایمان اور توحید کی دولت کا نصیب ہونا، یہ دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے، ہفت اقلیم کی سلطنت کلمۂ شہادت پر قربان کر دینے کے قابل ہے، ایمان کی قیمت یہ ہے کہ اگر ساری دنیا کی سلطنت ایک طرف رکھی جائے، اور مسلمان سے کہا جائے کہ یہ سلطنت تم کو مل سکتی ہے، لیکن ایمان سے محروم ہونا پڑے گا، تو اس کی چیخ نکل جائے، وہ یک لخت بے ہوش ہو جائے کہ مجھ سے کیا گناہ ہوا تھا، کہ یہ کہا جا رہا ہے کہ تم کو سلطنت دی جائے گی، ایمان لیا جائے گا۔

ایک زمانہ میں ترکی میں قانون بن گیا تھا کہ ترکی ہی میں اذان دی جائے، عربی میں اذان نہ دی جائے، ترک تڑپ تڑپ کر رہتے تھے کہ ہم عربی میں اذان

سننے سے محروم ہیں، ترکوں نے بتایا کہ جب پہلی مرتبہ عربی میں اذان ہوئی، اور اللہ اکبر اللہ اکبر، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان محمدا رسول اللہ اشہد ان محمدا رسول اللہ، کی آواز ان کے کان میں پڑی تو ترک دیوانے ہوگئے، اور سڑکوں پر خوشی کے مارے ناچنے لگے، لوگ کہتے تھے کہ ہزاروں دنبے اس خوشی میں ذبح کئے گئے کہ اللہ نے ہمیں دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے ہمارے نبیؐ کی زبان کے یہ الفاظ انھیں کی زبان میں سننے کا موقعہ دیا، میں نے قسطنطنیہ میں جامع سلیمانی میں نماز پڑھی جو وہاں کی سب سے بڑی مسجد ہے اور دوسری مسجدوں میں بھی نماز پڑھی، میں نے دیکھا کہ فرض نماز کے بعد پہلا لفظ جو ترکوں کی زبان سے نکلتا ہے وہ "علی نعمۃ الإسلام الحمد للہ" ہے، یعنی اسلام کی نعمت پر خدا کا شکر ہے، میں نہیں کہتا کہ آپ بھی یہ کہیں، علماء اس کو صحیح نہیں قرار دیں گے، ہمیں وہی کہنا چاہئے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھایا، اور جو کلمات احادیث میں آئے ہیں، لیکن ترکوں کی یہ ادا مجھے پسند آئی کہ ان کو اس بات کا احساس ہے کہ اللہ نے ان کو اسلام کی شکل میں سب سے بڑی نعمت عطا فرمائی ہے۔

میرے بھائیو، میرے عزیز دوستو! اس پر فخر کرو اور شکر کرو، اور اس وقت تک تمہاری خیریت اور اس ملک کی خیریت ہے، جب تک تم سب سے زیادہ اسلام پر فخر کروگے، تم دنیا کی ہر چیز سے دست بردار ہونے اور اس کی قربانی کے لئے تیار رہو، لیکن اسلام کی نعمت سے محروم ہونا ایک منٹ

کے لئے گوارہ نہ ہوا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ	اور خدا کی اُس مہربانی کو یاد کرو
اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ	جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے
بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ	تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت
بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى	ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے
شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ	بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے
فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ	گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے،
(سورۃ آل عمران۔۱۰۳)	تو خدا نے تم کو اس سے بچا لیا۔

اللہ تعالیٰ کے احسان کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، "فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ" اللہ نے تمہارے دل ملا دیئے "فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا" تم اللہ کے احسان وفضل سے بھائی بھائی بن گئے، بتاؤ کہاں اس طرح بڑا اور چھوٹا، امیر غریب صدر اور عام شہری کاندھے سے کاندھا ملا کر بیٹھتا ہے، ہے کوئی جگہ دنیا میں ایسی کہ جہاں محمود و ایاز کی تفریق نہ ہو، جب مسجد میں گئے سب ایک ہو گئے، تو "فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا"

آج تاریخ میں ان جھگڑوں کا پورا ریکارڈ نہیں ہے، جو جھگڑے پہلے دنیا میں پائے جاتے تھے نسل کے جھگڑے، رنگ کے جھگڑے، بڑے چھوٹے کے جھگڑے، طبقات کے جھگڑے، امیر و غریب کے جھگڑے، زمیندار اور کسان کے جھگڑے زبانوں کے جھگڑے، تمدنوں کے جھگڑے، یہ سارے جھگڑے

دنیا میں تھے، اور ایک دوسرے کا خون بہایا جا رہا تھا "فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا" پھر اللہ فرماتا ہے "وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا" تم جہنم کے گڈھے کے کنارہ کھڑے تھے، اللہ نے تم کو صاف بچا لیا، یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے، اگر یہ دین نہ آتا، اگر اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو مبعوث نہ فرماتا، اگر خدا کے آخری نبیؐ نہ آتے تو ہمارے جہنم کے گڑھے میں پھاند پڑنے، کود پڑنے، جست لگانے میں کوئی کسر باقی نہیں تھی، آج آپ دیکھئے دنیا میں کیسے بڑے بڑے فلاسفر، کیسے بڑے بڑے دانشور، کیسے بڑے بڑے اسکالرس، حکومتوں کے کیسے کیسے سربراہ اسلام کی جیسی عام فہم (COMMON SENSE) سمجھ میں آنے والی چیز کے سمجھنے سے محروم ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم کو اور آپ کو اسلام کی دولت نصیب فرمائی، اس اسلام کے مقابلہ میں کسی متوازی (PARALLEL) چیز کسی فلسفہ، کسی تحریک، قومیت کے کسی نعرہ، کسی عصبیت کی دعوت کا اثر نہیں پڑنا چاہیئے، بخاری شریف کی حدیث ہے "ثلاث من جمعهن فقد استكمل الايمان" تین باتیں ہیں، اگر کسی شخص نے ان کو جمع کر لیا تو اس کا ایمان مکمل ہو گیا، "ان يكون الله ورسوله احب إليه مما سواهما" ایک یہ کہ اللہ اور رسولؐ اس کے نزدیک ماسوی اللہ سے زیادہ محبوب ہوں، اللہ و رسول کے علاوہ دنیا میں جتنی چیزیں ہیں، سب سے زیادہ اللہ و رسول محبوب ہوں، اور ایک یہ کہ "وان يكره ان يعود الى الكفر كما يكره ان يقذف فى النار" اس خیال سے کہ وہ کفر کی طرف واپس جا سکتا ہے اس کو ایسی تکلیف محسوس ہو ایسی وحشت

محسوس ہو جیسے کسی کو آگ میں پھینک دیئے جانے سے محسوس ہوتی ہے، بالکل طبعی وجسمانی PHYSICAL طریقہ پر، وہ اگر خواب میں دیکھ لے کہ وہ کوئی کفر کا کام کر رہا ہے، اسلام کو نقصان پہونچانے والا کوئی کام کر رہا ہے، وہ کسی سازش کا شکار ہو گیا ہے، وہ اللہ و رسولؐ کے خلاف کسی اور جھنڈے کے نیچے جا رہا ہے تو اس کی چیخ نکل جائے، سارے گھر کے لوگ جمع ہو جائیں اور کہیں خیریت ہے؟ خیریت ہے؟ آپ نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا؟ تو وہ کہے کہ ڈراؤنا خواب، ڈراؤنا خواب کیا چیز ہے؟ میں نے ایسا بُرا خواب دیکھا کہ اللہ پھر کبھی نہ دکھائے، میں نے دیکھا کہ میرے گھر میں کفر کی پرچھائیں آرہی ہیں، کفر کا سایہ آرہا ہے، یہ وہ چیز ہے، جو انبیاء علیہم السلام کی وراثت ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ	بھلا جس وقت یعقوب وفات
يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ	پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے،
لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي	جب انھوں نے اپنے بیٹوں سے
قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ	پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت
آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ	کروگے؟ تو انھوں نے کہا کہ آپ کے
وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ	معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیمؑ
لَهُ مُسْلِمُونَ ○	اور اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ کے معبود کی
(سورۃ البقرہ۔ ۱۳۳)	عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے،
	اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔

کیا تم اس وقت موجود تھے جب سیدنا یعقوب علیہ وعلیٰ نبینا الصلاۃ والسلام کا

اخیر وقت آیا، جب ان کے انتقال کا وقت آیا، تو ان کے سب بچے جمع ہو گئے، ان کے بیٹے، پوتے، نواسے، ماشاء اللہ ان کی بڑی عمر تھی، ان کا کنبہ بڑا اچھا، بہت بڑا پریوار تھا، سب جمع ہو گیا تو انھوں نے کیا کہا؟ انھوں نے یہ نہیں کہا کہ بیٹو! میں نے اتنی دولت جمع کی ہے، اتنی دولت زمین میں گاڑی ہے، فلاں جگہ سے نکال لینا، انھوں نے یہ نہیں کہا کہ میرا فلاں فلاں پر قرض ہے، اس سے وصول کر لینا، انھوں نے وہ نہیں کہا جو سب سے اچھی اور ہلکی بات ہو سکتی تھی کہ دیکھو مل جل کر رہنا، اتحاد اور اتفاق کے ساتھ رہنا، اگر وہ یہ کہہ دیتے تو کوئی بری بات نہیں تھی، لیکن انھوں نے کیا کہا؟ انھوں نے کہا کہ میرے بیٹو! میرے جگر کے ٹکڑو! تم مجھے یہ بتا دو کہ "مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ" میری آنکھ بند ہونے کے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ میری پیٹھ قبر سے نہیں لگے گی، جب تک کہ مجھے یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انھوں نے کہا کہ ابّا جان! دادا جان، نانا جان، یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے، یہ بھی کوئی ڈرنے کی بات ہے، ہماری رگوں میں ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ کا خون ہے، آپ نے ہمیں شرک سے نفرت دلائی، کفر سے نفرت دلائی، ہم مرجانا گوارہ کریں گے، لیکن کفر و شرک میں مبتلا ہونا، پسند نہیں کریں گے، آپ اطمینان سے دنیا سے جائیے "نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ" ہم آپ کے معبود کی پرستش کریں گے، آپ کے بزرگوں، آپ کے پرکھوں، آپ کے باپ، چچا، دادا کے معبود (اللہ) کی ہم پرستش کریں گے "اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ" ہم سب اس کے فرماں بردار ہیں،

تب ان کو اطمینان ہوا۔

یہی ہر مسلمان کی شان ہونی چاہیئے، اپنے متعلق بھی ہمیشہ ڈرتا رہے اپنے ایمان کی خیر مناتا رہے، اپنے لئے دعا کرتا رہے کہ ہمارا ایمان سلامت رہے، ہمارا خاتمہ ایمان پر ہو، اور اپنی اولاد کے متعلق بھی اطمینان حاصل کرلے کہ یہ ہماری زندگی میں بھی اور ہمارے بعد بھی اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کے آستانہ پر سر نہیں جھکائے گی، یہ اطمینان، یہ گارنٹی (GUARANTEE) سب سے زیادہ ضروری ہے، یہ گارنٹی آدمی کو حاصل کرلینی چاہیئے، ایمان کے ساتھ کفر اور کفر کی چیزوں سے نفرت بھی ضروری ہے "فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ" اللہ تعالیٰ اس کو مقدم رکھتا ہے کہ جو سرکش شیطان کا انکار کرے گا، اور اس کو ٹھکرا دے گا، (REJECT) کردے گا، اور اللہ پر ایمان لائے گا، تو اس نے اللہ کے کڑے کو مضبوط پکڑ لیا تو "فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ" بھی ضروری ہے اور "لا الٰہ الّا اللّٰہ" میں نفی پہلے ہے، اثبات بعد میں ہے، نہیں ہے کوئی معبود، نہیں ہے وہ جو پورے طور پر محبوب بنایا جائے، مقصود بنایا جائے، مطلوب بنایا جائے، معبود بنایا جائے "الا اللّٰہ" پہلے نفی ہے، پھر اثبات ہے، ایسے ہی نفی واثبات پر ہم کو بھی قائم رہنا چاہیئے۔

بھائیوں اور دوستو!

شکر کرو کہ اللہ نے تمہیں کتنا بڑا ملک دیا ہے، مسلمانوں کی اکثریت ہے، اس ملک کے لئے تقدیر الٰہی کا فیصلہ ہے، قضا وقدر کا فیصلہ ہے کہ یہ ملک مسلمان رہے، اور اس ملک کی خیریت اور سلامتی بھی اسی میں ہے، میں رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کے قائم مقام منبر پر محراب میں بیٹھ کر مسجد میں آپ سے کہتا ہوں، یہ ملک کبھی خوش حال نہیں ہو سکتا، اس ملک میں کبھی خیریت نہیں رہ سکتی، اس ملک کی چول کبھی بیٹھ نہیں سکتی اگر اس نے اسلام کو چھوڑا، اپنے دل پر لکھ لیجئے، اس ملک کی سلامتی، اس ملک کی خیریت، اس ملک کی خوش حالی، اس ملک کی عزت اسلام سے وابستہ ہے، یہ ملک اسی وقت تک محفوظ رہے گا، مضبوط رہے گا جب تک یہ مسلمان ہے، اگر اس نے خدانخواستہ اللہ کی اس نعمت کی ناشکری کی اور وہ جاہلیت کے کسی جھنڈے کے نیچے چلا گیا تو اس ملک کی خیریت نہیں، کوئی پروجکٹ PROJECT کوئی پلان PLAN کوئی باہر کی مدد AID اندر کی باہر کی سیکوریٹی کوئی اس ملک کو بچا نہیں سکتی، اس ملک کی قسمت اسلام کے ساتھ وابستہ کردی گئی ہے، سمجھنے والے اس بات کو سمجھ لیں اور لکھنے والے اس بات کو لکھ لیں، اگر کسی کی زندگی رہی اور خدانخواستہ وہ وقت آیا تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا اور لوگ اس زمانہ کو یاد کریں گے، جب یہاں اسلام تھا، اس ملک کی تاریخ ہی میں نہیں اس ملک کی تقدیر میں بھی ہے کہ یہ مسلمان رہے۔

اس کے ساتھ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ اللہ کا مطالبہ یہ ہے کہ "یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَافَّةً" یہ نہیں ہوتا کہ مسجد میں سر اندر کر دو پاؤں باہر رکھو، یہ مسجد میں آنا نہیں ہوا، مسجد میں آنا یہ ہے کہ پورے جسم سے آجاؤ، اس طریقہ سے اسلام کے اندر بھی یہ نہیں ہے کہ آدھے آؤ، اور آدھے نہ آؤ، تہائی آؤ اور دو تہائی نہ آؤ، نہیں، پورے کے پورے آؤ،

اسلام کے عقائد کو قبول کرتے ہوئے، اسلام کے شعائر کو قبول کرتے ہوئے عبادات کو قبول کرتے ہوئے احکام کو قبول کرتے ہوئے اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرہ کو قبول کرتے ہوئے اور اسلامی قانون کو قبول کرتے ہوئے اسلام میں آؤ، جب ہی اسلام میں آنا معتبر ہے، تحفظات اور ریزرویشن RESERVATIONS کے ساتھ نہیں، ریزرویشن کے ساتھ اسلام میں کوئی نہیں آسکتا، اس کا اسلام قبول نہیں ہے "اِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" جب ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا کہ سب حوالہ کر دو، کہا "اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" میں نے سب کچھ اللہ کے حوالہ کر دیا، ایسے ہی آپ کو بھی سب کچھ اللہ کے حوالہ کر دینا چاہیئے، اسلام کو ہر چیز پر مقدم رکھنا چاہیئے۔

میرے دوستو اور بھائیو!

اللہ تبارک وتعالیٰ کے سایۂ رحمت کے نیچے آجاؤ، پھر دیکھو اللہ تعالیٰ اس ملک کو کیسا نوازتا ہے "وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بستیوں والے اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرتے تو ہم ان پر آسمانوں اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے، دہانے کھول دیتے، اگر آپ لوگوں نے بھی اللہ کی نعمت کا شکر کیا اور اس کی نعمتوں کی دی ہوئی فرصتوں کی، سہولتوں کی ناقدری نہیں کی، اور ان لوگوں کا طرز عمل اختیار نہیں کیا جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ

بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ" کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کی نعمت کو، اس کے احسان کو کفر سے بدل دیا، امن کو بدامنی سے، اتحاد کو انتشار سے، اعتماد کو بے اعتمادی سے بدل دیا، یہ مسلمان کی شان نہیں ہے کہ جب روز صبح اٹھے تو "ھل من جدید، ھل من جدید" پکارے، یہ مسلمان کا شیوہ نہیں ہے کہ روز نیا آئین ہو، روز نیا حاکم ہو، اللہ نے آپ کو امن کی دولت عطا فرمائی، رزق عطا فرمایا، اللہ تعالےٰ نے ایسی سرسبز، ایسی زرخیز زمین آپ کو دی ہے، کہ بہت سے ملکوں کو نصیب نہیں، کیسے کیسے گھنے جنگلات، پٹسن (جوٹ) کی کتنی افراط، سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ مسلمان یہاں اکثریت میں ہیں، ان مسلمانوں کا اسلام سے تعلق مضبوط کیجئے، ان مسلمانوں میں خلوص پیدا کیجئے، گرم جوشی پیدا کیجئے، یہاں کی قوم میں ایمان کا جوش ہے، اس میں خلوص کا خزانہ ہے، اس میں محبت کا دفینہ ہے، اس میں ذہانت کے سوتے ہیں، ان سے آپ کام لیں، اور اس خلوص سے، اس صداقت سے ایک نئی طاقت پیدا کریں، آپ قدر کریں ان لوگوں کی جن کو اللہ تعالےٰ نے انتظام سپرد کیا ہے، ناشکری نہ کریں۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اس ملک کو ہمیشہ اسلام کے دامن سے وابستہ رکھے، اور رسول عربی ہاشمی مطّلبی، قرشی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن سے وابستہ رکھے، اور اس کو اپنی تمام

نعمتوں کا اور رزق کا مستحق بنائے، اور یہاں ہمیشہ امن وامان رہے، یہاں ہمیشہ باہمی اعتماد رہے، یہاں ہمیشہ محبت و الفت رہے۔

مسلم دانشوروں کی ذمہ داری
ذہنی و ادبی خود کفالتی

[یہ تقریر اسلامک فاونڈیشن ڈھاکہ میں ۱۹ مارچ ۱۹۸۴ء کو ادیبوں، دانشوروں اور تحقیقی کام کرنے والوں کی ایک مجلس میں کی گئی جس کا اہتمام اسلامک فائونڈیشن نے کیا تھا۔]

حضرات! مجھے بہت خوشی ہے اور میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میرے اس دورۂ بنگلہ دیش کا اختتام ایک ایسی مجلس پر ہو رہا ہے جس میں ملک کے دانشور فضلاء، تصنیفی و تحقیقی کام کرنے والے اور ادیب جمع ہیں، اور اس کے ساتھ ایک اور مبارک تقریب کا افتتاح بھی ہو رہا ہے اور وہ علاج و معالجہ کے ذریعہ خدمتِ خلق کا میدان ہے، میں اجازت چاہتا ہوں کہ پہلے میں دانشوروں سے (اور اگر مجھے معاف کیا جائے تو) اپنے ہم مذاق اور ہم پیشہ لوگوں سے خطاب کر لوں، ہم مذاق اور ہم پیشہ اس لئے کہتا ہوں کہ میں بھی لکھنے پڑھنے والا آدمی ہوں۔

میں آپ کے سامنے ایک تاریخی سوال یا ایک معمہ رکھتا ہوں، آپ سب کو معلوم ہے کہ ساتویں صدی ہجری کے وسط میں تاتاری ایک نئی طاقت بن کر

دنیا میں ابھرے، وہ وسط ایشیا کے ایک وسیع علاقہ لیکن ایک محدود ماحول میں، ایک ذہنی، فکری، مذہبی اور علمی حصار کے اندر زندگی گزار رہے تھے، سیکڑوں برس سے (اور ممکن ہے کہ ہزاروں برس سے) تالاب کی مچھلیوں کی طرح عمر بسر کر رہے تھے، خدا کی قدرت اور اس کی حکمت کہ وہ تاتاری اپنے اس حصار کو توڑ کر اور اس دیوار کو پھاند کر باہر نکل آئے، اس وقت کی اسلامی سلطنت یعنی مسلم ایمپائر بہت وسیع تھا، اور خاص طور پر ترکستان میں خوارزم شاہ کی سلطنت اس وقت عالم اسلام کی سب سے وسیع سلطنت تھی، لیکن مسلم معاشرہ میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں، اور مسلم سوسائٹی کرپٹ CORRUPT ہو گئی تھی، اس میں دولت وحکومت، اور تہذیب وتمدّن کی لائی ہوئی بہت سی بیماریاں پیدا ہو گئی تھیں، اس کے بالمقابل یہ تاتاری تازہ دم تھے، وہ نبوّت کی تعلیمات سے ناآشنا تھے، لیکن جو خرابیاں قوی میں سستی، اور تعیّش کا رجحان پیدا کرتی ہیں تعیّش کا رجحان ناانصافی لاتا ہے، ناانصافی شکایتیں پیدا کرتی ہے، ان سب چیزوں سے وہ محفوظ تھے، وہ جب خوارزم شاہ کی حکومت کی طرف بڑھے، تو وہ سلطنت اس مقابلہ کی تاب نہیں لا سکی، تاتاریوں کی انرجی ENERGY ویسٹ WASTE نہیں ہوئی تھی، وہ طاقت سیکڑوں ہزاروں برس سے ایک جگہ جمع تھی، غرض یہ کہ ان کا مقابلہ ایک تھکی ہوئی سلطنت اور ایک کرپٹ سوسائٹی سے ہوا، نتیجہ یہ ہوا کہ دیکھتے دیکھتے تاتاریوں نے خوارزم شاہ کی سلطنت کو جو سب سلطنتوں کو اپنے اندر لے کر سب سے بڑی سلطنت بن گئی تھی،

شکست دی، اور پورے عالم اسلام میں ان کا کوئی مقابلہ کرنے والا نہیں رہا، یہاں تک کہ عالم اسلام اتنا کمزور ہوگیا کہ اس زمانہ میں تاتاریوں کو شکست دینا ناممکن سمجھا جانے لگا، اور ایک ضرب المثل کی طرح یہ جملہ اس زمانہ میں مشہور ہوگیا تھا، جو تاریخ میں انھیں لفظوں میں ریکارڈ کیا گیا ہے، وہ جملہ تھا "اذا قیل لك إنّ التتر انهزموا فلا تصدق" سب کچھ مان لینا لیکن اگر تم سے کوئی یہ کہے کہ تاتاریوں نے شکست کھائی تو اس کو نہ ماننا، یہ یقین کرنے کی چیز نہیں ہے، یہ بات (UNBELIEVABLE) ہے کہ تاتاری شکست بھی کھا سکتے ہیں۔

آپ کہیں گے کہ اس دانش کدہ میں تاتاریوں کا قصہ کہاں شروع کردیا، علماء اور فضلاء کی محفل میں تاتاری وحشی کہاں سے آگئے؟ میں آپ سے معافی چاہتا ہوں کہ میں ان کو حکمت سے یہاں لایا ہوں، اور مسلمان بنا کر لایا ہوں، مجھے تھوڑا سا موقعہ دیجئے۔

یہ تاریخ کا ایک معمہ PUZZLE ہے، ایک بڑا PROBLEM ہے کہ یہ تاتاری جنھوں نے عالم اسلام کو پاؤں کے نیچے اس طرح روندکر کے مسل دیا تھا، جیسے چیونٹی کو مارا جاتا ہے، بغداد جو چھ سو برس تک سب سے بڑے ایمپائر خلافت عباسیہ کا دارالسلطنت رہا، اس بغداد کا حال یہ تھا کہ دجلہ کا پانی کبھی مسلمانوں کے خون سے سرخ ہوگیا، اور کبھی کتابوں کی سیاہی سے سیاہ ہوگیا، تاریخ پوچھتی ہے کہ یہ کیا بات ہوئی کہ تاتاری کلیتاً اور من حیث القوم TOTALLY مسلمان ہوگئے، اور اتنا ہی نہیں بلکہ اسلام کے محافظ

بن گئے، اور اقبال کو کہنا پڑا کہ ؎

ہے عیاں آج بھی تاتار کے افسانہ سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے

اس میں کن عوامل FACTORS نے کام کیا، وہ کون سی طاقت تھی، جس نے تاتاریوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا دیا، یہ تاریخ کا ایک سوال ہے جو حل طلب ہے۔

اس کے دو سبب تھے، ایک سبب تو یہ تھا کہ اس وقت کے اہل دل اور روحانی لوگوں نے اپنی توجہ تاتاریوں پر مرکوز کر دی اور انھوں نے خدا سے دعائیں کیں، راتوں کو روئے، اور حکمت سے اور محبت سے ان کو اسلام کی دعوت دی، اس کا ایک نمونہ وہ ہے جو آرنلڈ نے اپنی کتاب دعوت اسلام (PREACHING OF ISLAM) میں لکھا ہے، اور میں نے "تاریخ دعوت وعزیمت" کے حصہ اول میں تفصیل سے بیان کیا ہے[1]۔

ایک دوسرا فیکٹر FACTOR تھا، جس کا تعلق اس مجلس سے ہے، وہ یہ کہ تاتاریوں کے پاس سب کچھ تھا، تلوار تھی، مارشل اسپرٹ (MARSHAL SPIRIT) اور شجاعت وعسکریت (CHIVALRY) تھی، جفاکشی تھی، زندگی کی سادگی تھی، لیکن ان کے پاس کسی قسم کا لٹریچر نہیں تھا، ان کے پاس کوئی تہذیب نہیں تھی، ان کے پاس ان کی قومی زبان کا رسم الخط (SCRIPT) نہیں تھا، ان کے پاس کوئی ترقی یافتہ قانون نہیں تھا، ایاسہ کے نام سے (بعض لوگ کہتے ہیں کہ السیاسۃ اسی سے نکلا ہے) ایک قانون تھا،

---

[1] شیخ جمال الدین ایرانی کا واقعہ۔ الخ

جو صحرا نشین قوموں کے پاس عام طور پر ہوتا ہے، کوئی کسی کو مارے تو یہ سزا دی جائے، اگر کوئی جنسی گناہ کرے تو یہ سزا ہے، ایک چھوٹا سا قانون تھا، جب مسلمان ملکوں پر ان کی حکومت قائم ہوئی تو وہ خالی ہاتھ تھے، نہ ان کے پاس ادب تھا، نہ شاعری تھی، نہ تہذیب تھی، یہاں مسلمان ادیبوں اور مصنفوں نے اپنا کام کر لیا، ان کو ادب دیا، شاعری دی، پڑھایا لکھایا، اور جب ان کا ذہنی اثر پڑا تو وہ سب اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے، یعنی ادھر صوفیوں نے دل کو فتح کیا، ادھر مسلمان دانشوروں نے دماغ کو فتح کیا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ قومیں صرف تلوار ہی سے فتح نہیں ہوتیں، وہ علم و ہنر سے اور ذہانت سے بھی غلام بنائی جاتی ہیں، اور ذہنی غلامی اور INTELLECTUAL SLAVERY یا MENTAL SLAVERY کسی طرح سے POLITICAL SLAVERY سے کم نہیں ہے۔

میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ قوم ہمیشہ خطرہ میں رہے گی جس پر کسی ایسی قوم کا ذہنی اثر دماغ پر سایہ ڈال رہا ہو اور وہ اس کو LITERARY طور پر کلچرل طریقہ پر غذا پہونچا رہی ہو FEED کر رہی ہو، وہ قوم ہمیشہ خطرہ میں رہے گی، اور وہ قوم کبھی پورے طور پر آزاد نہیں ہو سکتی، جب کوئی قوم علمی و ادبی (CULTURAL) حیثیت سے کسی قوم کی باج گزار یا شرمندۂ احسان ہو تو جو قوم غالب ہو گی اس کا وہ اثر مانے گی، اس کے معیار (IDEALS) اختیار کرے گی، اس کے اقدار (VALUES) مستعار لے گی، اور آخیر میں اس کا مذہب بھی اختیار کر لے گی۔

میں آپ حضرات کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ نے آپ کے ملک کو سب کچھ دیا ہے، میں نے نو دس دن میں ایک ایسے سیّاح کی نظر سے جو مشرق سے مغرب کے آخری حصہ تک گیا ہے، اس ملک کو دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ اللہ نے اس ملک کو دینے میں کوئی کمی نہیں کی، میں نے دیکھا کہ ذہانت میں، محنت میں، محبت میں، گرم جوشی میں یہاں کی قوم کسی قوم سے کم نہیں، لیکن میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے کسی دوسری قوم (NATION) بلکہ طبقہ (CLASS) بلکہ حلقہ (SIDE) کی بھی دماغی برتری (MENTAL SUPERIORITY) تسلیم کر لی اور اس سے اگر آپ نے مدد لینی شروع کی، اور اس کے خیالات و افکار کو آپ نے اخذ کیا تو آپ خطرہ میں ہیں، آپ کو کلچرل طور پر بھی، لٹریری طور پر بھی INDEPENDENT ہونا چاہئے اور سو فیصدی آزاد ہونا چاہئے، آپ کی لیڈر شپ آپ کے ہاتھ میں ہونی چاہئے صفائی کے ساتھ کہتا ہوں کہ کسی دوسرے ملک کے یہاں تک کہ آپ کی زبان بولنے والے جو کسی دوسرے قریبی ملک میں ہوں وہاں کے SCHOLARS وہاں کے اہل قلم (WRITERS) وہاں کے شعراء (POETS) وہاں کے اہل ادب (LITERARY MEN) کی غلامی بھی آپ کو قبول نہیں کرنی چاہئے، ان کا بھی باج گزار نہیں ہونا چاہئے، مالی ٹیکس کی طرح دماغی ٹیکس بھی ہوتا ہے، اور وہ مالی ٹیکس سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے، آپ کو دماغی ٹیکس اپنے ہی ملک میں ادا کرنا چاہئے، قریب سے قریب تر ملک اور شہر کو بھی نہیں ادا کرنا چاہئے، یہاں کے پیسہ کا جس طرح باہر جانا غلط ہے، ویسا ہی باہر کی

کسی سوسائٹی کا تاثر قبول کرنا بھی غلط ہے، ہاں اگر آپ کو کہیں کا تاثر قبول کرنا مناسب ہے، اور جائز ہے تو وہ مرکز اسلام کا تاثر ہے، براہ راست حجاز مقدس، براہ راست حرمین شریفین کا، یا آپ کے جو روحانی مراکز فرض کیجئے، ہندوستان پاکستان میں رہ گئے ہیں، سرہند، دہلی جہاں کے مصلحین و مجددین سے آپ کو روحانیت، عقیدۂ صحیح اور اتباع سنّت کی دولت ملی، یا دیوبند، مظاہر علوم، ندوۃ العلماء جہاں کے فضلاء و تعلیم یافتہ آپ کے یہاں آئے، اور یہاں علم کی روشنی پھیلائی، وہاں سے آپ مدد لے سکتے ہیں، وہاں سے آپ خیالات لے سکتے ہیں، وہاں سے آپ طاقت حاصل کر سکتے ہیں، لیکن اس کے علاوہ جن کا آپ سے بنیادی اختلاف ہے، جن کا نقطہ نظر اور سوچنے کا طریقہ WAY OF THINKING آپ سے مختلف ہے، آپ میں اور ان میں ایک طرح کا تضاد ہے، ان سے آپ کو خیالات لینا، شاعری کا اثر قبول کرنا، ان کے اسٹائیل کی کاپی کرنا اور ان کو اپنا استاد ماننا خطرناک ہے۔

تاتاریوں نے اسلام کا اثر دو راستوں سے قبول کیا، ایک روحانی راستہ سے، دوسرے علمی راستہ سے، اس وقت مسلمان بہت ترقی یافتہ تھے، انھوں نے کتب خانہ کے کیا معنی، دنیا بھر دی تھی، تصنیفات سے تحقیقات سے، یورپ بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا، اس وقت دنیا کی ذہنی و علمی قیادت مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی، وہ تاتاریوں کے مفتوح تو بنے لیکن تاتاریوں کے علمی طور پر فاتح بن گئے، جو کل کے مفتوح تھے، آج کے

فاتح بن گئے، مجھے بھی ڈر ہے کہ ہمارا کوئی فاتح ایسا نہ بن جائے جس سے ہمارے عقائد میل نہیں کھاتے، ہمارے تصوّرات، ہمارے مقاصد اس سے مطابقت نہیں رکھتے، آپ کو اپنا لٹریچر پیدا کرنا چاہئے، آپ کو اپنا اسٹائیل DEVELOP کرنا چاہئے، میں صفائی کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ کو شاعر کے طور پر نذر الاسلام کو ماننا چاہئے، اور ساری دنیا میں نذر الاسلام کی شاعری کی تبلیغ کرنی چاہئے، اور نذر الاسلام پر فخر کرنا چاہئے، یا پھر ایسے شاعر کے پیغام اور ادب سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور اس کے کلام کا ترجمہ اور اس کی اشاعت کرنی چاہئے جو اقبالؔ کی طرح اسلام کا ترجمان اور رسول کا عاشق ہو، آپ کو اپنا شاعر خود پیدا کرنا چاہئے، اپنے اسٹائیلسٹ STYLISTS خود پیدا کرنے چاہئے، اپنا لٹریچر خود پیدا کرنا چاہئے، آپ اس میں بالکل آزاد ہوں، آپ کو اس میں بالکل INDEPENDENT ہونا چاہئے، اگر یہ بات نہ ہوئی تو میں اس وقت آپ کے سامنے تاریخ کے ایک ادنی طالب علم کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ خطرہ آپ کے سر پر منڈلا رہا ہے۔

میں جو بڑی خوشی لے کر جا رہا ہوں وہ اسلامک فائونڈیشن کے اس ادارہ کی موجودگی سے ہے، اصل میں یہ صحیح سمت کی طرف ایک سفر ہے، جو میں ہر آزاد ملک کے لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کے اپنے ادارے ہوں، اس کے ذہن کا سرچشمہ FOUNTAIN اس کے پاس ہو، اس کے ہاتھ میں ہو، وہ باہر نہیں ہونا چاہئے، ہندوستان کے مسلمانوں نے، مصر کے مسلمانوں نے

مغربی تہذیب کا جو اثر قبول کیا، اور اسلام سے دور ہوئے، وہ کس وجہ سے؟
کیونکہ ان کی ذہنیت کا سرچشمہ یورپ میں تھا، آکسفورڈ اور کیمبرج میں تھا،
ہارورڈ میں تھا، اور امریکن یونیورسٹیوں میں تھا، آپ باہر سے چاہے کچھ منگوائیے،
آپ مشینری MACHINERY منگوائیے، آپ INSTRUMENTS منگوائیے،
سائنس کی چیزیں منگوائیے، لیکن ادب نہ منگوائیے، شاعری نہ منگوائیے،
فلاسفی نہ منگوائیے، یہ بہت خطرناک ہے، بنگلہ دیش کا اپنا ایک
SCHOOL OF THOUGHT ہونا چاہیئے، اس کا اپنا ایک اسٹائیل ہونا
چاہیئے، اور چاہیئے کہ کلکتہ اور ویسٹ بنگال کے لوگ اس کی تقلید کریں،
آپ کو امام ہونا چاہیئے، آپ کو مقتدی نہیں ہونا چاہیئے، مقتدی بننا ایک
مسلمان قوم کے لئے جس کو اللہ نے ایسے دانشور دیئے ہوں، ایسے اہلِ دماغ
دیئے ہوں، اتنی یونیورسٹیاں، کالج اور لائبریریاں دی ہوں، کسی طرح
زیب نہیں دیتا، آپ کی ایک تاریخ ہے، تو آپ کو کسی دوسری قوم کا،
کسی دوسرے ملک کا (چاہے وہ آپ سے حجم میں کتنا ہی بڑا ہو) باج گزار
نہیں ہونا چاہیئے، آپ کو ۲ اور ۳ کا نہیں بننا چاہیئے، آپ ہمیشہ برابر
رہیں، جب تک آپ کا بنگلہ دیش اپنے لکھنے پڑھنے میں، اپنے سوچنے کے طریقہ
میں، اپنے ادب و شاعری میں، اپنے افسانہ نگاری میں SHORT STORIES میں
اور بنگلہ زبان و ادب کے ہر شعبہ میں مستقل مقام نہ پیدا کرلے گا، اور پردیسی ملکوں
سے بڑھ جانے کی کوشش نہ کرے گا (اگر بڑھ نہ جائے تو کم سے کم ان سے
مستغنی ہو جائے) اس وقت تک اطمینان نہیں، اور جب تک ہماری

یونیورسٹیاں اور ہمارے کالج ہمارے معاشرہ کے ساتھ نہ چلیں، ہمارے معاشرہ کی تکلیفوں کو محسوس نہ کریں، ہمارے معاشرہ کے دل کی دھڑکنوں کو نہ سنیں، اس وقت تک وہ کالج اور یونیورسٹیاں بھی قابلِ اعتبار نہیں ہیں، معلوم نہیں کہ کس وقت وہ CONFUSION پیدا کردیں، ان کو اپنے معاشرہ کی سطح پر ہونا چاہیئے، اور ملّت کا جو عقیدہ اور مسلک ہے، اسی کے مطابق ہونا چاہیئے۔

دوسری بات جس سے مجھے خوشی ہوئی وہ یہ ہے کہ آپ نے خدمتِ خلق کے میدان کی طرف بھی توجہ کی ہے، میں کل سنار گاؤں گیا تھا تو مجھے دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی، وہاں کے اسٹاف کے لوگ مجھ سے ملے، انھوں نے بتایا کہ کتنے مریض آئے ہیں، اور کتنے آدمیوں کا وہ روزانہ علاج کرتے ہیں، کتنی دوائیں وہ مفت تقسیم کرتے ہیں، تو یہ توفیق الٰہی کی بات ہے کہ آپ نے اس میدان کی طرف بھی توجہ کی جو پہلے خالص CHRISTIAN MISSIONARIES کا میدان بن گیا تھا، اور انھوں نے اس میدان سے ملک کو اور عوام کو CAPTURE کیا تھا، عام طور پر ہندوستان میں مشہور تھا، کہ مشن ہاسپٹل دوسروں کے مقابلہ میں بہتر ہوتے ہیں، چونکہ ان کے اندر MISSIONARY SPRIT ہوتی ہے تو وہ زیادہ اخلاق کے ساتھ پیش آتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مریض اپنے جسمانی مرض سے تو اچھا ہو جاتا ہے، لیکن روحانی طور پر مریض ہو جاتا ہے، کم سے کم ان کے متعلق یہ خیال ہو جاتا ہے کہ ہم سے زیادہ اچھے آدمی ہیں، یہ بھی ایک بیماری ہے، ایک بیماری سے نجات

پاتا ہے تو دوسری بیماری جو اس سے زیادہ خطرناک ہے اس کو قبول کر لیتا ہے، میں اپنے کو اور اپنے ساتھیوں کو خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ آج ایسے مبارک موقعہ پر ہم یہاں ڈھاکہ میں موجود تھے کہ جب اس کا افتتاح ہونے جا رہا ہے۔

صرف دو باتیں کہتا ہوں ایک تو یہ کہ اپنی نیت اللہ کی رضا رکھیں، اور یہ یقین جمائیں کہ ہم عبادت میں مشغول ہیں، اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، بلکہ فتویٰ دیتا ہوں کہ آپ عبادت میں مشغول ہیں، اور عبادت بھی افضل عبادت، اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے "من نفّس عن مؤمن کربۃ نفّس اللہ عنہ کربتہ یوم القیامۃ" (جو یہاں کسی مسلمان کی تکلیف دور کرے گا، اللہ اس کی تکلیف کو قیامت کے دن دور کرے گا) "اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون أخیہ" (اللہ اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے، جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے) اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ اسلام.. دین توحید ہے اس سلسلہ میں حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں بعض لوگوں سے فرمائے گا کہ اے فلاں میں بیمار ہوا تھا تو مجھے دیکھنے نہیں آیا تھا تو وہ کہے گا بار الہا! کیا آپ بیمار ہو سکتے ہیں؟ کہے گا نہیں، میرا فلاں بندہ بیمار تھا، اگر تو اس کو دیکھنے جاتا تو مجھے وہاں پاتا، اس سے بڑھ کر مرتبہ نہیں ہو سکتا، دوسری بات یہ ہے کہ اس میں تھوڑا سا اخلاق بھی شامل کر دیں، اور تھوڑی سی محبت، اور دین کا بیج ڈال دیں، جو کبھی نہ کبھی

کام آئے گا، اتنا ہی کہدیں کہ اللہ شفا دیتا ہے، بھائی اس دوا وغیرہ میں کچھ نہیں، نہ ہمارے ہاتھ میں کچھ ہے، شفا دینے والا اللہ ہی ہے، جیسے ہمارے یہاں حکماء "ھو الشافی" لکھا کرتے ہیں، اتنا ہی کہدیں، پھر انشاء اللہ شفا ہو گی تو اس کے دل میں نور ایمان پیدا ہو جائے گا، میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں، اور خاص طور پر صدر صاحب کو اور اسلامک فاؤنڈیشن کے ذمہ داروں کو انھوں نے بہت صحیح انتخاب کیا، یہ صرف ملک کی خدمت نہیں ہے، دین کی بھی خدمت ہے، یہ شفا خانے اور یہ میڈیکل سنٹر قائم کر رہے ہیں، ان میں سے کئی قائم ہو چکے اور کئی قائم کرنے کا ارادہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کو مکمل کرے، مریض آپ کے پاس آئیں، ہمارے مسلمان ڈاکٹروں کے پاس آئیں، دوا بھی پائیں، دعا بھی پائیں اور شفا بھی پائیں، جسم کی دوا اور روح کی شفا، آپ کے اخلاق ہی سے وہ بہت کچھ متاثر ہو جائیں گے۔

میں یہ بھی کہوں گا کہ غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی اخلاق برتیں، کوئی فرق نہ کریں، اس میں مذہب کی کوئی تفریق نہ کریں، ان کو بھی اللہ کا بندہ سمجھیں، اور یہ سمجھیں کہ اللہ نے ان کو بنایا ہے، اور ان کے اچھے ہو جانے سے ان کا بنانے والا خوش ہو گا، اور ہمیں اس پر ثواب ملے گا، آپ بالکل تفریق نہ کریں، بلکہ اگر ایسا ہو تو یہ نہیں کہ پہلے مسلمانوں کو دیکھیں پھر ان کو بلائیں کہ آپ ذرا ٹھہریئے نہیں، یہ بھی ان کو نہ محسوس ہو کہ آپ کوئی فرق کرتے ہیں۔

خواتین کا کردار بھی اس سلسلہ میں مردوں سے کم نہیں، بلکہ وہ زیادہ خدمت کر سکتی ہیں، اور ایسے دلوں کو وہ اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہیں، جن کو مرد نہیں لے سکتے، اس شعبہ میں زیادہ ضرورت ہے اور اس میں بڑی کمی ہے ہمارے ہندوستان

میں بھی بڑی کمی ہے، ان بہنوں کی ان خواتین کی جو خدمت کر سکیں اور بیماروں کو بہت نازک موقعوں پر سنبھال سکیں، مجھے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ ہماری بہنیں بھی ادھر پیچھے بیٹھی ہوئی ہیں، اللہ برکت دے اور ان سے بہتر کام لے۔

میرے بزرگو اور دوستو![1] ایک بات آپ سے اور کہتا ہوں، حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے جب مصر فتح کیا جو اس وقت دنیا میں تمدن کی چوٹی پر تھا، اور سرسبزی و شادابی میں بے نظیر تھا، حضرت عمرو بن العاصؓ نے وہ خوبصورت ترقی یافتہ معدنی، حیوانی، انسانی، زمینی دولتوں سے بھرپور سرزمین فتح کی، لیکن ایک فاتح کو جو خوشی، جو اطمینان ہونا چاہیئے تھا، وہ ان کو نہیں ہوا، اس لئے کہ انھوں نے صحبتِ نبویؐ پائی تھی، قرآن مجید کے تدبّر اور صحبتِ نبویؐ کی برکت نے ان کی آنکھیں، بلکہ ان کا دل و دماغ روشن کر دیا تھا، ان کو اللہ تعالےٰ نے فراستِ مؤمن عطا فرمائی، اور فراست ایمانی سے آگے ایک قدم فراستِ صحابیّت عطا کی تھی، انھوں نے عرب مسلمانوں سے جو اس ملک کے فاتح اور حکمراں تھے، ایک بات کہی جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے "انتم فی رباط دائم" دیکھو یاد رکھو تمہیں یہاں کی زمین، فضا کی دل کشی و رعنائی یہاں کی دولتیں اور تمدن، اپنے میں مشغول نہ کرنے پائے، اور تم اس سرزمین میں کھو نہ جانا، تم اپنے کو پالو، اور حقیقت کو پالو، وہ کیا ہے "انتم فی رباط دائم" تم ہر وقت ایک اہم ناکہ پر کھڑے ہو تم یہ نہ سمجھنا کہ تم نے قبطیوں کو

---

[1] یہ دراصل اس تقریر کا خلاصہ ہے جو ۱۵ / مارچ کو بعد عصر مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کے استقبالیہ میں کی گئی تھی، اور ریکارڈ نہیں ہو سکی تھی، اپنے موضوع کے مناسبت کی بنا پر وہ یہاں شامل کر دی گئی۔

شکست دی، اور رومن امپائر کے بہترین علاقہ پر تمہارا قبضہ ہوگیا، جزیرۃ العرب بالکل قریب ہے، اور یہاں تم نے پورے انتظامات کر لئے ہیں، اس پر تم دھوکہ نہ کھانا "انتم فی رباط دائم" تم ایسی جگہ کھڑے ہو کہ آنکھ جھپکی اور مارے گئے، تمہیں یہاں ہر وقت بیدار رہنا چاہئے، ہر وقت چوکنا رہنا چاہئے، تم ایک پیام کے علمبردار ہو، تم ایک دعوت لے کر آئے ہو، تم ایک سیرت لے کر آئے ہو، اگر دعوت سے تم نے غفلت کی تو تم مارے گئے، اور اگر تم نے اپنی سیرت کھو دی جو تم عرب سے لے کر آئے تھے، جو تم آغوشِ نبوت سے اور مرکز رسالت (مدینہ) سے لے کر آئے تھے تو تمہیں کوئی برتری حاصل نہیں ہوگی، اگر تم نے کبھی یہ سمجھا کہ تم کھانے کمانے کے لئے یہاں آئے ہو، تم یہاں کی سرزمین سے یہاں کے حسن و جمال سے متمتّع ہونے کے لئے آئے ہو، تم یہاں کے عیش و عشرت میں پڑ گئے، اور تم نے ذرا سی بھی غفلت کی، تو پھر تم پر کوئی رحم نہیں کھائے گا، تم یہاں بچ نہیں سکتے۔

آج سے ساڑھے چودہ سو برس پہلے جو بات عرب کے ایک سپاہی نے جو کسی دانشگاہ کا تعلیم یافتہ نہیں تھا، کہی تھی، آج وہی بات صادق ہے، آج بڑے بڑے اسلامی ملکوں میں یہ بات صادق ہے کہ "انتم فی رباط دائم" آپ کی ذمہ داری ہے، اور ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔